حجاج بیت اللہ الحرام کے نام اہم پیغام[1]

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے حجاج کرام کے نام اپنے عظیم پیغام میں تمام مسلمانوں اور حجاج کرام کو حج کے گرانقدر اور غنیمت موقع پر اہم اور اصلی ذمہ داریوں کو پہچاننے کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا: آج امت اسلامی کی سب سے اہم اور بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ آپس میں محبت والفت اوراخوت و برادری کے رشتوں کو مضبوط و مستحکم بنائیں، مختلف روپ دھارنے والے استعماری عفریت کے مقابلے میں استقامت کا مظاہرہ کریں اور قول و عمل کے ذریعہ مشرکین سے برائت کااظہار کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کا موسم عالم آفاق میں توحید کی ضوفشانی، تابندگی، نورانیت اور معنویت کی فصل بہار ہے؛ حج کاآئین ایسا صاف و شفاف چشمہ ہے جو حاجی کو غفلت اور گناہ کی آلودگیوں سے پاک کرتا ہے، اسے پاک و پاکیزہ بناتا ہے اور خداداد فطرت کی نورانیت کواس کی روح وجاں میں دوبارہ جلوہ گر کرتا ہے۔ میقات حج میں فخر ومباہات کے لباس کو اتارنا اور سب کا ایک ہی رنگ میں لباس احرام زیب تن کرنا، امت اسلامی کی یکجہتی ویکرنگی کا مظہر اور پوری دنیامیں مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کا شاندار نمونہ ہے۔ حج کا نعرہ ایک طرف: "فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ"[2] اور دوسری طرف "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ"[3] کاآئینہ اور اسی طرح کعبہ کلمہ توحید کی نمائندگی کے علاوہ توحید کلمہ اور اسلامی برادری و برابری کا بھی مظہر ہے۔

دنیاکے گوشہ گوشہ سے جو مسلمان خانہ کعبہ کے طواف اور حرم پیغمبر اکرم (ص) کی زیارت کے ذوق وشوق سے جمع ہوئے ہیں انہیں امت اسلامی کو درپیش دردناک مسائل اور عظیم چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے اور باہمی اتحاد ویکجہتی کومزید مضبوط ومستحکم بنانا چاہیے۔آج اسلام

---

۱. سوم ذی الحجہ الحرام ۱۴۳۰

۲. سورہ بقرہ، ۳۴

۳. سورہ بقرہ، ۲۵

دشمن عناصر کا ہاتھ امت اسلامی میں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ آشکار اور متحرک ہے جبکہ آج امت اسلامی کو اتحاد و یکجہتی اور ہمدردی و ہمدلی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ آج اسلامی سرزمین پر خونخوار دشمن المناک حادثات کو جنم دے رہے ہیں؛ فلسطین صہیونیوں کے خونخوار پنجوں میں مزید درد و غم میں مبتلا ہے؛بیت المقدس کو زبر دست خطرات کا سامنا ہے؛ غزہ کے مظلوم عوام بے رحمانہ قتل عام کے بعد بھی اسی طرح دردناک اور سخت و دشوار شرائط میں زندگی بسر کر رہے ہیں؛افغانستان میں غاصب و تسلط پسند طاقتیں ہر روز نئے مظالم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں؛ عراق میں بد امنی نے لوگوں سے آرام وسکون کو سلب کرلیا ہے؛ یمن میں برادر کشی نے امت اسلامیہ کے دل پر ایک نیا داغ لگا دیا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ حالیہ برسوں میں عراق، افغانستان اور پاکستان میں رونما ہونے والی دہشت گردی، بے گناہ لوگوں کا قتل عام، بم دھماکوں، جنگوں اور فتنوں کا جو بازار گرم ہے ان کی تکمیل کی سازشیں اور منصوبے کہاں تیار ہورہے ہیں؟ علاقہ میں امریکہ کی ظالم فوج کے تسلط اور داخلے سے قبل علاقہ کی مسلمان قومیں کیوں اس درد و رنج و مصیبت میں مبتلا نہ تھیں؟ تسلط پسند طاقتیں ایک طرف فلسطین، لبنان اور دیگر علاقوں میں عوامی مزاحمتی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دیتی ہیں اور دوسری طرف علاقائی قوموں کے درمیان قومی اور مذہبی منافرت پھیلانے والے دہشت گردوں کی حمایت اور رہنمائی کرتی ہیں۔ مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کی قومیں برطانیہ، فرانس اور دیگر مغربی ممالک کے استعماری پنجوں میں کئی برسوں تک ذلت و حقارت میں جکڑی رہیں۔ انہوں نے ان کے قدرتی وسائل کو تباہ و برباد کیا، ان کے جذبہ آزادی کو بے رحمی کے ساتھ کچلا اور عرصہ دراز تک علاقائی قومیں غیر ملکی حملہ آوروں کی حرص و طمع کا شکار رہیں، جب اسلامی بیداری اور عوامی مزاحمتی تحریکوں کا آغاز ہوا اور جذبہ شہادت، جہاد فی سبیل اللہ اور الی اللہ جیسے بے مثال عوامل نے بین الاقوامی ستمگروں پر قافیہ حیات تنگ کیا تو استعماری طاقتوں نے مکارانہ پالیسیوں کو تبدیل کرکے اپنی گذشتہ پالیسیوں کی جگہ نئی استعماری پالیسیوں کو اختیار کیا اور اسلام کو شکست دینے کے لئے مختلف روپ دھارنے والا استعماری بھوت آج اپنی تمام توانائیوں کو لے کر میدان میں اتر آیا ہے، فوجی طاقت، آہنی مٹھی، آشکار او غاصبانہ قبضہ، شیطانی تبلیغات کا سلسلہ، تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ جھوٹے پروپیگنڈوں اور افواہوں کا منظّم سلسلہ، طے شدہ منصوبہ کے تحت

دہشت گردانہ قتل اور ٹارگٹ کلنگ سے لے کر منشیات، بداخلاقی کی تبلیغ وترویج، جوانوں کے عزم و حوصلہ پر کاری ضرب اور مزاحمتی مراکز پر مکمل سیاسی حملہ، مسلمان بھائیوں کے درمیان قومی اور مذہبی منافرت اور تعصب کو ہوا دینا دشمن کی سازشوں کا اہم حصہ ہے۔

اگر امت اسلامی اور مسلمانوں کے درمیان محبت، حسن ظن، ہمدردی اور ہمدلی پیدا ہو جائے اور تعصب و منافرت کی فضا ختم ہو جائے تو دشمنوں کی سازشوں کا بہت بڑا حصہ خود بخود ختم اور غیر مؤثر ہو جائے گا اور امت اسلامی پر کنٹرول اور تسلط کا ان کا منحوس منصوبہ نقش برآب اور شکست سے دوچار ہو جائے گا۔

اس عظیم مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حج ایک عظیم موقع ہے۔ مسلمان باہمی تعاون اور قرآن و سنت کے مشترکہ اصولوں پر عمل و اعتماد کرتے ہوئے طاقت اور قدرت حاصل کریں اور مختلف روپ دھارنے والے اس شیطانی عفریت کے مدمقابل کھڑے ہو جائیں اور اس کو اپنے ایمانی جذبے اور پختہ عزم کے ذریعہ مغلوب بنائیں۔ حضرت امام خمینی (رہ) کے دروس کی پیروی میں اسلامی جمہوریہ ایران کامیاب مزاحمت کا اعلی اور شاندار نمونہ ہے۔ دشمنوں کو اسلامی جمہوریہ ایران میں زبردست شکست ہوئی۔ تیس برسوں تک سازش، دشمنی، ۸ سالہ مسلط کردہ جنگ، اقتصادی پابندیاں، ایرانی اثاثہ کا منجمد کرنا، نفسیاتی و تبلیغاتی جنگ، جدید علوم و ٹکنالوجی میں ایران کی پیشرفت و ترقی کو روکنے کی کوشش، پرامن ایٹمی پروگرام کے سلسلے میں گمراہ کن پروپیگنڈے، حتی حالیہ انتخابات میں آشکارا اور واضح مداخلت اور تمام دیگر میدانوں میں دشمن کی تمام کوششیں شکست و ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت: إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً[۱] ایرانیوں کے سامنے دوبارہ مجسم ہو گئی اور دنیا کے ہر گوشہ میں عزم و ایمان پر مبنی مزاحمت نے لوگوں کو مغرور و مستکبر دشمن کے سامنے پھر صف آرا کیا، مؤمنوں کو فتح و کامیابی اور ستمگروں کو ذلت و رسوائی نصیب ہوئی، لبنان میں ۳۳ روزہ نمایاں کامیابی، غزہ میں حالیہ تین برسوں میں کامیاب اور سرافراز جہاد اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے۔

اس الہی وعدہ گاہ میں حاضر ہونے والے تمام نیک و سعادتمند حاجیوں بالخصوص اسلامی ممالک کے خطباء، علماء اور حرمین شریفین کے خطباء جمعہ سے میری استدعا ہے کہ وہ مسئلہ کا درست ادراک کریں اور آج

۱۔ سورہ نساء، ۷۶

اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح اور فوری طور پر پہچان لیں، اپنی پوری قدرت وتوانائی کے ساتھ دشمنوں کی سازشوں سے اپنے سامعین ومخاطبین کو آگاہ کریں اور عوام کو محبت و الفت اور اتحاد کا درس دیں اور مسلمانوں کے درمیان بدگمانی اور سوء ظن پیدا کرنے والی ہر بات سے پرہیز کریں، جو بھی نعرہ وفریاد و فغاں ہے اس کو امت مسلمہ کے دشمنوں، امریکہ اور صہیونزم کے خلاف زوردار آواز میں بلند کریں اور اپنے قول وعمل کے ذریعہ مشرکین سے برائت کا اظہار کریں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے رحمت ونصرت اور مدد طلب کرتا ہوں۔

والسلام علیکم

سید علی حسینی خامنہ ای

حج خالص توحید کا مرکز و محور[۱]

تمام بھائیوں اور بہنوں کے لئے سزاوار ہے کہ وہ اس عظیم و گرانقدر سرمایہ پر اپنی توجہ مبذول کریں اور اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ اس معنوی مقام پر مادی زندگی کے بارے میں اپنے دلوں کو مشغول نہ کریں کیونکہ یہ تو ہمارا دائمی مشغلہ ہے۔ اس مقام پر خدا کی یاد، اس کی بارگاہ میں توبہ و استغفار، تضرع وزاری، پاک و پاکیزہ کردار، سچائی اور نیک فکر پر اپنا عزم بالجزم کریں اور خداوند متعال سے اس سلسلے میں مدد و نصرت طلب کریں اور اپنے دل کو توحید اور معنویت کی خالص فضا میں پرواز کا موقع فراہم کریں، خدا کی راہ و صراط مستقیم پر پائیدار رہنے کے لئے توشہ فراہم کریں۔ یہاں حقیقی اور خالص توحید کا مرکز و محور ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم (ع) نے اپنے نفس پر غلبہ پیدا کرتے ہوئے توحید کا سبق دیا اور پروردگار کا حکم بجالانے اور اپنے پارہ جگر کو اس کی راہ میں قربان کرنے کے لئے منیٰ میں حاضر ہوئے اور اپنے اس عمل کو عالمی تاریخ کے تمام موحدوں کے لئے یادگار بنادیا، یہ وہی مقام ہے جہاں سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طاقت و دولت کے نشے میں مخمور متکبروں کے سامنے توحید کا پرچم بلند کیا اور خداوند متعال پر ایمان کے ساتھ طاغوتی طاقتوں سے بیزاری کو مسلمانوں کی نجات و رستگاری و فلاح و بہبود کی شرط قرار دیا: فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى...[۲]

حج ان عظیم دروس کو یاد کرنے اور سمجھنے کا مقام ہے۔ مشرکوں، بتوں اور بت گروں سے بیزاری و نفرت، مؤمنین کے حج کی روح رواں ہے۔ مؤمنین کی طرف سے اپنے دل کو خدا کے سپرد کرنے کی تلاش و کوشش اور شیطان سے برائت و بیزاری، اس پر رمی کرنا اور اس کے مد مقابل محاذ قائم کرنا حج کے ہر مقام پر نمایاں ہے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد وانسجام ویکجہتی اور حقیقی اخوت و برادری اور ایمانی طاقت کے جلوے اور قومی و قبائلی اور قدرتی واعتباری تفاوتوں کے ختم ہونے کے آثار حج کے ہر مقام پر نظر آتے ہیں۔

یہ وہ سبق ہیں جو دنیا کے ہر خطے کے رہنے والے مسلمانوں کو یاد کرنا چاہیے اور ان دروس کی بنیاد پر اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کے پروگراموں کو استوار کرنا چاہیے۔

---

۱. حجاج بیت اللہ الحرام کے نام پیغام، ۲۰۰۷/۱۲/۱۸۔
۲. سورہ بقرہ، ۲۵۶

حج میں شیطان کے خلاف مشترکہ رد عمل[1]

مؤمنین کے درمیان مہر و محبت کی موجودگی امت اسلامیہ کی موجودہ حالت کو بہتر بنانے کی دوسری علامت ہے۔ امت اسلامی کے بعض حصوں میں اختلافات اور تفرقہ ایک خطرناک بیماری ہے اور اس بیماری کا پوری طاقت کے ساتھ علاج ضروری ہے۔ اسلام دشمن عناصر طویل مدت سے اس سلسلے میں اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں اور اب وہ امت اسلامی کی بیداری سے سخت خوف و ہراس میں مبتلا ہیں لہٰذا اس نے امت اسلامی کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کی کوششیں بھی مزید تیز تر کر دی ہیں۔ قومی ہمدردی رکھنے والے افراد کا یہی کہنا ہے کہ تفاوتوں کو تضاد میں اور مختلف النوع ہونے کو آپسی دشمنی، جھگڑے اور لڑائی میں نہیں بدلنا چاہیے۔

ایرانی عوام نے اس سال کو اسلامی اتحاد و یکجہتی کا سال قرار دیا ہے یہ نام درحقیقت دشمنوں کے شوم پروپیگنڈوں نیز ان کی طرف سے امت اسلامی کے درمیان اختلافات ڈالنے کی سازشوں کے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ دشمن کی یہ سازشیں فلسطین، لبنان، عراق، پاکستان اور افغانستان میں کارگر ثابت ہوئی ہیں جہاں ایک مسلمان ملک کے لوگ اپنے ہی بھائیوں کے خلاف صف آرا ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کا خون بہانے پر کمر ہمت باندھ لی، ان تمام تلخ اور دردناک حوادث میں دشمن کی سازشیں آشکار تھیں اور تیز نگاہوں نے ان سازشوں کے پیچھے دشمن کا ہاتھ دیکھ لیا۔

حکم خدا «رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ» کا مطلب یہ ہے کہ آپسی دشمنی اور لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو۔ آپ ان مبارک ایام میں، دنیا کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ سب ایک ہی گھر کے ارد گرد طواف کر رہے ہیں، ایک ہی کعبہ کی طرف نماز ادا کر رہے ہیں، شیطان کی علامتوں پر مل کر پتھر پھینک رہے ہیں، قربانی کرنے کی منزل میں ایک جیسا عمل انجام دے رہے ہیں، عرفات و مزدلفہ میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کی بارگاہ میں تضرع وزاری کر رہے ہیں، اسلامی مذاہب اصلی ترین فرائض و احکام اور عقائد میں ایک دوسرے کے اس قدر نزدیک ہیں، اس عظیم اتحاد کے بعد معمولی تعصّبات اور قبل از وقت فیصلوں کی بنا پر کیوں مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور جھگڑے کی آگ پھیلائی جائے؟! جبکہ دشمن بھی

۱۔ حجاج بیت اللہ الحرام کے نام پیغام، ۲۰۰۷/۱۲/۱۸

اس آگ پر مزید تیل چھڑکنے کا کام کرتا ہے۔ آج وہ لوگ جو بے عقلی، نادانی اور جہالت کی بنا پر مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے پر کفر و شرک کا الزام عائد کرتے ہیں اور ان کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں وہ لوگ سامراجی طاقتوں اور کفر و شرک کی خدمت کر رہے ہیں۔ بہت سے لوگ جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عزت و تکریم کو کفر و شرک قرار دیا اور وہ خود کافروں اور ستمگاروں کے حامی اور مددگار بن گئے۔ جبکہ پیغمبر اسلام (ص) اور اہلبیت اطہارؑ اور اولیاء خدا کی عزت و تکریم حقیقی دینداری ہے۔

حجاج بیت اللہ الحرام کے نام پیغام[1]

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے حجاج بیت اللہ الحرام کے نام اپنے ایک اہم پیغام میں فریضہ حج کو اجتماعی اور فردی تربیت کے اصلی عناصر کا حامل قرار دیا اور امت مسلمہ کے امید بخش و تابناک و درخشاں افق اور مسلمانوں کے مد مقابل اسرائیلی صیہونزم اور امریکہ کی شکست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: امت مسلمہ خداوند متعال کے سچے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اپنے ایمان و خلوص، امید و جہاد اور صبر و بصیرت کے ساتھ سب سے دشوار گھاٹیوں اور مراحل سے عبور کر جائے گی۔

اس پیغام کا متن مراسم حج کے دوران صحرائے عرفات میں مشرکین سے برائت کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ پیغام کا متن حسب ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرزمین وحی نے مؤمنین کے جم غفیر کو اپنی سالانہ ضیافت پر جمع کیا ہے۔ پوری دنیا سے مشتاق روحیں آج قرآن اور اسلام کی پیدائش کے مقام پر حج کے اعمال انجام دے رہی ہیں اور ان میں غور و فکر، بشریت کو اسلام و قرآن کے جاودانہ سبق کی یاد دلاتا ہے اور یہ اعمال خود بھی کام کرنے اور عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں نمایاں اقدام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس درس کا اصلی مقصد انسان کی ابدی سرافرازی اور نجات اور اس کا راستہ انسان کی صحیح تربیت اور صالح معاشرے کی تشکیل ہے۔ وہ انسان جس کے دل اور عمل میں یکتا خدا کی عبادت کے جلوے موجزن ہوں اور وہ اپنے آپ کو شرک، اخلاقی برائیوں اور منحرف خواہشات سے دور رکھے؛ اور ایسا معاشرہ تشکیل دے جس کی تعمیر میں انصاف، حریت، ایمان، نشاط اور انسان کی پیشرفت و زندگی کی تمام علامات موجود ہوں۔

فریضہ حج میں اجتماعی اور فردی تربیت کے اصلی عناصر کو جمع کیا گیا ہے۔ احرام باندھنے اور فردی تشخص سے باہر نکلنے، بہت سی نفسانی خواہشات اور لذات کو ترک کرنے اور خانہ خدا اور کعبہ توحید کے گرد طواف

۱۔ ۴ ذی الحجہ ۱۴۲۹/۱۳ آذر ۱۳۸۷

کرنے، ابراہیم بت شکن اور فداکار کے مقام پر دو رکعت نماز کی ادائیگی، صفا و مروہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سعی و تلاش، میدان عرفات میں ہر رنگ و نسل کے توحید پرستوں اور موحدوں کے عظیم اجتماع میں آرام و سکون کی فضا، مشعر الحرام میں رات کا کچھ حصہ عبادت و بندگی اور راز و نیاز میں بسر کرنا اور پھر منیٰ میں حاضر ہونا اور شیطانی علامتوں پر پتھر پھینکنا، قربانی کرنا، غریبوں اور نیاز مندوں کو اطعام اور کھانا کھلانا، یہ سب منزلیں تعلیم و تربیت اور مشق و یادآوری کا مظہر ہیں۔ اس کامل مجموعہ میں ایک طرف خلوص و پاکیزگی اور مادی سرگرمیوں سے دوری اور دوسری طرف سعی و کوشش اور استقامت و پائیداری؛ خدا کے ساتھ انس و خلوت، مخلوق خدا کے ساتھ اتحاد، یک رنگی و ہمدلی؛ ایک طرف دل و روح کو آراستہ و پیراستہ کرنا اور دوسری طرف امت اسلامی کے عظیم پیکر میں انسجام پیدا کرنے کی فکر؛ ادھر حق کی بارگاہ میں خشوع، ادھر باطل کے مدمقابل پائیداری و استقامت؛ مختصر یہ کہ یہاں ایک طرف آخرت کی فضا میں پرواز اور دوسری طرف دنیا کو آراستہ بنانے کے لئے عزم راسخ کی تعلیم اور مشق و تمرین متحدہ طور پر ہوتی ہے "ومِنْهُم مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"[۱] یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ اور مناسک حج ،انسانی معاشرے کے لئے قیام و قوام کا باعث اور انسانوں کے لئے عظیم فوائد و برکات کا سرچشمہ ہیں: "جَعَلَ اللّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِّلنَّاسِ"[۲] و "لِيَشْهَدُوا مَنافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُوماتٍ"[۳]

ہر ملک اور ہر نسل کے مسلمانوں کو آج زیادہ سے زیادہ فریضہ حج کی قدر و قیمت کو جاننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ آج امت اسلامی کا افق سب سے زیادہ تابناک و درخشاں ہے اور اسلام نے جو اہداف مسلمان معاشرے اور فرد کے لئے پیش کئے ہیں آج ان تک پہنچنے کی امید پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ گذشتہ دو صدیوں کے دوران مسلمان مغرب کے مادی تمدن اور الحادی مکتبوں کے مقابلے میں شکست و اضمحلال سے دوچار رہے ہیں لیکن اب پندرھویں صدی ہجری میں مغرب کے سیاسی اور اقتصادی مکاتب کو شکست و

۱. سورہ بقرہ، ۲۰۱
۲. سورہ مائدہ، ۹۷
۳. سورہ حج، ۲۸

ہزیمت اور ناتوانی کا سامنا ہے جبکہ اسلام نے مسلمانوں کی بیداری اور آگاہی کی بدولت ایک نئے، خوشگوار اور تازہ دور کا آغاز کیا ہے جس میں عدل وانصاف، منطق اور توحیدی افکار جلوہ گر ہیں۔

وہ لوگ جو ماضی قریب میں مایوسی و ناامیدی کا زمزمہ کرتے تھے اور مغربی تمدن کے حملے کے سامنے اسلام اور مسلمانوں بلکہ معنویت اور دینداری کی بنیادوں کو ویران سمجھتے تھے آج وہ مغربی تمدن کے حملہ آوروں کے زوال وضعف اور ان کے مقابلے میں اسلام اور قرآن کی سرافرازی کو مشاہدہ کررہے ہیں اور اپنی زبان اور دل سے اس کی تصدیق وتائید کررہے ہیں۔

میں مکمل اطمینان سے کہتا ہوں کہ یہ ابھی کام کا آغاز ہے اور حق کی باطل پر فتح کے خداوند متعال کے وعدے کے کامل محقق ہونے اور اسلام کے نئے تمدن اور امت قرآن کی تعمیر وترقی کا مرحلہ قریب ہے:

"وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذلِكَ فَأُولئِكَ هُمُ الْفاسِقُونَ"[۱]

خداوند متعال کے اٹل وعدے کے علائم کا پہلا اور فیصلہ کن مرحلہ ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی اور اسلام کے بلند و بالا نظام کا قیام تھا جس نے ایران کو اسلامی تمدن و حاکمیت کے مضبوط و مستحکم مرکز میں تبدیل کردیا۔ یہ معجز نما واقعہ اس وقت رونما ہوا جب اسلام کے خلاف ہر طرف سے سیاسی، فوجی، فکری اور اقتصادی لحاظ سے زہریلے پروپیگنڈوں کا بازار گرم تھا اور انقلاب اسلامی کی کامیابی نے عالم اسلام میں نئی امید اور نیا جذبہ پیدا کردیا اور زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس میں بھی خداوند متعال کی مدد سے مزید استحکام پیدا ہوگیا اور امیدوں کو مزید قوت مل گئی ہے اس واقعہ کو تین عشرے گذر گئے ہیں، مشرق وسطی اور ایشیا اور افریقہ کے مسلمان ممالک اس وقت مخالفت کا کامیاب اسٹیج بن گئے ہیں۔ فلسطین اور اسلامی انتفاضہ، فلسطین میں مسلمان حکومت کی تشکیل، لبنان میں اسرائیل کی غاصب و خونخوار حکومت پر حزب اللہ کی تاریخی فتح؛ اور عراق میں صدام ملعون کی ملحد و ڈکٹیٹر حکومت کی ویرانیوں پر عوامی اور مسلمان حکومت کی تشکیل،

---

۱. سورہ نور، ۵۵

افغانستان اور وہاں کمیونسٹوں اور ان کی آلہ کار حکومت کی ذلت آمیز شکست؛مشرق وسطی پر تسلط جمانے کے لئے امریکہ کے تمام منصوبوں کی ناکامی و شکست؛اسرائیل کی صہیونی وغاصب حکومت کے اندر وسیع پیمانے پر اختلافات و بحران؛علاقہ کے سبھی یا اکثر ممالک میں اسلام کے حق میں عوامی لہر بالخصوص جوانوں اور روشن خیال افراد میں؛اقتصادی پابندیوں کے باوجود جمہوری اسلامی ایران میں سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں واضح ترقی و پیشرفت؛اکثر مغربی ممالک میں اقلیتی مسلمانوں میں اسلامی تشخص کا احساس؛اور اس صدی یعنی پندرھویں صدی میں یہ تمام علامتیں دشمن کے مقابلہ میں اسلام کی پیشرفت اور کامیابی کی واضح علامتیں ہیں۔

بھائیو اور بہنو! یہ تمام کامیابیاں خلوص اور جد و جہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہیں،جب خدا کی آواز خدا کے بندوں کے حلق سے نکل کر کان تک پہنچی؛جب حق کے مجاہدوں کی ہمت و طاقت میدان میں آ گئی؛اور جب مسلمانوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان پر عمل کیا،خداوند قادر نے بھی اپنے وعدہ کو پورا کیا اور تاریخ کا راستہ تبدیل ہوگیا:

"أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُم"[1]،

"إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ أَقْدامَكُمْ"[2]،

"وَ لَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيز"[3]

"إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهادُ"[4] ابھی یہ ابتدائی مرحلہ ہے، مسلمان قوموں کو ابھی سخت ترین گھاٹیوں سے عبور کرنا ہے اور ایمان،خلوص،امید و جہاد،بصیرت اور صبر کے بغیر ان دشوار گھاٹیوں سے عبور کرنا ممکن نہیں ہوگا،اور خداوند متعال کے وعدے پر مایوسی، ناامیدی، بے صبری، عجلت، بدظنی اور سستی کے اظہار سے یہ راستہ طے نہیں ہو پائے گا۔

---

۱. سورہ بقرہ،۴۰

۲. سورہ محمد،۷

۳. سورہ حج،۴۰

۴. سورہ غافر،۵۱

زخمی دشمن اپنے تمام وسائل و امکانات کو لیکر میدان میں آگیا ہے اور مزید لے آئے گا، اس صورت میں مسلمانوں کو ہوشیار اور آگاہ رہنا چاہیے اور عقل و خرد، و شجاعت اور موقع و محل کی شناخت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے اس صورت میں دشمن کی تمام سازشیں اور کوششیں ناکام ہو جائیں گی، امریکہ اور صہیونیزم نے گذشتہ تین عشروں میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کیا اپنے تمام وسائل سے کام لیا لیکن پھر بھی انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، اور آئندہ بھی شکست ہی ان کا مقدر ہو گی۔ انشاءاللہ

دشمن کے عمل میں شدت و سختی اس کی کمزوری و ناتوانی کی علامت ہے فلسطین اور بالخصوص غزہ کو مشاہدہ کیجئے۔ اسرائیل کی غیر انسانی حرکت اور اس کی ظالمانہ کاروائیوں کو دیکھئے، ظلم کی تاریخ میں جن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ غزہ کے عوام، غزہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے مدمقابل یہ اسرائیل کی شکست و ناتوانی کی علامت ہے۔ غزہ کے لوگ خالی ہاتھوں سے اسرائیل کی غاصب حکومت کے مدمقابل ڈٹے ہوئے ہیں جبکہ اسرائیل کی حمایت امریکہ جیسی ظالم و جابر حکومت کر رہی ہے۔ غزہ کے عوام پر یہ دباؤ حماس کی عوامی حکومت سے انہیں منحرف کرنے کے لئے ہے لیکن غزہ کے عوام نے دشمن کی تمام سازشوں کو اپنے پاؤں تلے روند دیا ہے۔ خداوند متعال کا درود و سلام ہو غزہ کے ان عظیم عوام پر جو دشمن کے مدمقابل چٹان کی طرح کھڑے ہیں غزہ کے لوگ اور حماس حکومت، عملی طور پر قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں:

"وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الأَمْوالِ وَ الأَنْفُسِ وَ الثَّمَراتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ"[1]

"الَّذِينَ إِذا أَصابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ راجِعُونَ"[2]

"أُولئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ أُولئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ"[3]

"لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذىً كَثِيراً وَ إِنْ تَصْبِرُوا وَ تَتَّقُوا فَإِنَّ ذلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ"۔[1]

---

۱. سورہ بقرہ، ۱۵۵

۲. سورہ بقرہ، ۱۵۶

۳. سورہ بقرہ، ۱۵۷

حق و باطل کے اس معرکہ میں فتح حق کو نصیب ہو گی، فلسطین کی صابر اور مظلوم قوم کو آخر کار دشمن پر فتح و کامیابی حاصل ہو گی "وَ كانَ اللّهُ قَوِيًّا عَزِيزاً"[۱]۔ فلسطینی عوام کی مقاومت جاری ہے۔ آج امریکی اور بعض یورپی حکومتوں کے انسانی حقوق، جمہوریت اور آزادی کے دعوے جھوٹے اور بے بنیاد ثابت ہو چکے ہیں جس کی بنا پر دنیا میں امریکہ کی آبرو ختم ہو گئی ہے جس کی تلافی و جبران اس کے لئے ممکن نہیں ہو گا اسرائیل کی ظالم حکومت بھی پہلے سے کہیں زیادہ مضمحل اور روسیاہ ہو چکی ہے اور بعض عرب حکومتیں بھی اس عجیب امتحان میں اپنی آبرو کھو چکی ہیں۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ.

والسلام علی عباداللہ الصالحین

سیّد علی حسینی خامنہ ای

---

۱ . سورہ آل عمران، ۱۸۶

۲ . سورہ احزاب، ۲۵

اسلامی انقلاب ہدایت کا سرچشمہ[۱]

حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای نے نماز جمعہ کے خطبوں میں اسلامیہ جمہوریہ ایران کے مقابلے میں عالمی استکبار کی شکست فاش اور اس کے علل اور اسباب کو بیان کرتے ہوئے صدام اور اس کے حامیوں کی طرف سے ایران کے خلاف آٹھ سالہ جنگ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ صدام اور اس کے حامیوں کے اس ناپاک منصوبے کا اصلی مقصد انقلاب اسلامی کو نابود کرنا تھا اس لیے کہ مغربی تجزیہ کار اور رہنما یہ جان چکے تھے کہ اسلامی انقلاب عالم اسلام کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہوگا لہٰذا انہوں نے کوشش کی کہ اس انقلاب کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ایجاد کی جائیں۔

حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای نے امریکی اور مغربی حکام کی جانب سے ایران کا اقتصادی محاصرہ کرنے کے خیال خام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایرانی عوام جنگ کے زمانے میں سخت اقتصادی محاصرے اور پابندیوں کے دور سے گذر کر ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ آج عسکری اعتبار سے خطے میں کسی کو اپنا مدمقابل نہیں سمجھتی اور علمی ترقی اور پیشرفت کے راستے پر گامزن ہے اور ایٹمی ٹکنالوجی کے میدان میں بھی ایرانی عوام نے قابل فخر پیش رفت حاصل کی ہے اور یہ ثابت کردیا ہے کہ استقامت، پائیداری اور روحانی طاقت کے مقابلے میں کسی بھی قسم کے محاصرے کا نتیجہ الٹا ہوتا ہے۔

۱۔ نماز جمعہ کے خطبوں کے دوران، ۲۰۰۷/۰۹/۱۵

اسلام کے سیاسی نظام کو عملی جامہ پہنانا[۱]

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے اسلامی انقلاب کے اصولوں اور قومی مفادات اور شناخت کے ناقابل تفکیک ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خارجہ پالیسی کے موجودہ اہم مسائل کا اس زاویہ نگاہ سے بھی جائزہ لیاجانا چاہیے۔

رہبر معظم نے انسان کی ہمہ جہت سعادت کے لیے دین مبین اسلام کے پروگرام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اسلامی انقلاب، ایران میں اسلام کے سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی نظام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آیا ہے اور عالمی روابط کے سلسلے میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ظالمانہ و تسلط پسند نظام کو مسترد کرکے اقوام عالم کی بھلائی، تحفظ اور سعادت کے لیے کوشاں ہے یہی وجہ ہے کہ فطری طور پر عالمی تسلط پسند نظام کے سامنے اسلامی نظام ایک چیلنج ہے اور اس حقیقت کو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔
رہبر معظم نے فرمایا: عالمی ڈپلومیسی، تسلط پسندوں کی نظر میں ایسا شطرنج بورڈ ہے، جس میں بعض ممالک کو تسلط پسند نظام کے سپاہی کا رول ادا کرنا چاہیے اور جب تسلط پسند طاقتوں کے مفادات پورے ہو جائیں تو تسلط پذیر ممالک کا گلا گھونٹ دیا جائے۔
رہبر معظم نے فرمایا: ہمیں تسلط پسند نظام کا رویہ قطعاً قبول نہیں ہے، البتہ ہمیں خود تسلط پسندی کا کوئی شوق نہیں ہے لیکن کسی بھی مسئلہ میں تسلط قبول نہ کریں گے اور اپنی خارجہ پالیسی کو عالمی تسلط پسند نظام کا مقابلہ اور تسلط پسند اور تسلط پذیر والے قاعدہ سے ہمیشہ الگ رکھیں۔
رہبر معظم انقلاب اسلامی نے تسلط پسندوں کی طرف سے ایران کو سرکش قرار دینے کے پروپیگنڈے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بڑا شیطان امریکہ عالمی ڈیکٹیٹر شپ قائم کرنے کا خواہاں ہے اور حقیقت میں امریکہ خود اقوام عالم کے فطری حقوق پائمال کرکے انسانی سماج میں سرکش بن گیا ہے لیکن شریف ایرانی

۱۔ وزارت خارجہ کے حکام سے خطاب، ۲۰۰۷/۰۸/۲۱

قوم کو سرکش کہتا ہے۔ ہاں اگر عالمی ستمگروں اور مغروروں سے مقابلہ اور مظلوموں کی حمایت سرکشی ہے تو ہمیں اس پر فخر ہے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے صدامی بعثی حکومت کے مد مقابل جنگ میں ایرانی عوام کی فتح کو ایسا تجربہ قرار دیا جس کی روشنی میں عالمی تسلط پسند طاقتوں کو چیلنج کرنے میں اسلامی نظام کی کامیابی کی پیشینگوئی کی جاسکتی ہے۔

آپ نے مزید فرمایا: آٹھ سالہ دفاع مقدس کے حقائق گویا ہیں کہ مشرق و مغرب کی تسلط پسند طاقتیں اور ان کے پٹھو صدام اسلامی نظام کے مد مقابل صف آرا ہو گئے تھے لیکن ایران کی عظیم قوم نے اس ظاہری طاقتور اتحاد کو شکست سے دوچار کر دیا اور صدام اور اس کے حامیوں کو ایرانی سرزمین سے باہر نکال دیا۔

حضرت آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای نے اسلامی جمہوریہ ایران کی بقا، اس کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت اور علاقائی اور عالمی سطح پر ایران کے مؤثر کردار میں اضافہ کو اقوام عالم اور تسلط پسند طاقتوں کے درمیان مقابلہ کا ایک اور گرانقدر تجربہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ایران دشمنوں کی طرف سے مختلف اور مسلسل دھمکیوں اور دباؤ کے باوجود علمی، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور اجتماعی میدان میں دن بدن ترقی و پیشرفت کی جانب گامزن ہے اور یہی حقیقت تسلط پسند طاقتوں کو چیلنج کرنے میں قوم کی حتمی کامیابی کی خوشخبری دیتی ہے۔

رہبر معظم نے اس ضمن میں ایران کے جوان سائنس دانوں کی ایٹمی ٹکنالوجی میں پیشرفت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تمام با اثر ممالک کوشش کرتے رہے کہ ایران ایٹمی ٹکنالوجی کی واحد چار دیواری کے قریب نہ پہنچنے پائے لیکن ایرانی قوم اقتصادی پابندیوں کے باوجود آج اس پیشرفتہ ٹکنالوجی کی مالک بن گئی ہے اور کوئی بھی طاقت کسی بھی صورت میں اسے ہم سے چھین نہیں سکتی۔

حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای نے اقوام عالم خصوصا مسلم اقوام کے درمیان اسلامی انقلاب کی بہتر پوزیشن اور مسلم اقوام کی بیداری کو ایک ایسا تجربہ اور حقیقت قرار دیا جو بلاتردید عالمی تسلط پسند طاقتوں کے مقابلہ میں اسلام کی کامیابی کی نشاندہی کرتا ہے۔

آپ نے صہیونی فوج سے ۳۳ روزہ جنگ میں حزب اللہ کی فتح کو عظیم اسلامی طاقت کی ایک علامت اور ایک عجیب عبرت قرار دیا اور مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی حکومت کے روز بروز بگڑتے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: علاقہ میں تمام امریکی منصوبے ناکام ہو گئے ہیں۔ امریکہ کو عراق، لبنان اور

افغانستان میں سخت ناکامی کا سامنا ہے اور مشرق وسطی میں بڑے شیطان کی اسٹریٹجیک پالیسیوں کی ناکامی مزید واضح تجربات ہیں جو مجموعی طور پر اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر ایرانی قوم اور اسلامی نظام کے حکام اپنے ایمان، شادابی اور امیدوں کی حفاظت کریں تو عمل صالح، درست پالیسی اور مسلسل جد وجہد و محنت کے ذریعہ عالمی تسلط پسند نظام کو چیلنج کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اسلامی انقلاب ایرانی قوم کی عزت و عظمت کا مظہر[۱]

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے ایرانی قوم کے رنج والم اور قاچاری و پہلوی سلطنتوں کے دور میں ایرانی قوم پر غیروں کے تسلط کو یاد کرتے ہوئے فرمایا: انقلاب اسلامی کی کامیابی نے قوم کو ذلت و رسوائی کی زنجیروں سے نجات دلائی اور اس کو حقیقی اقتدار اور عزت و عظمت سے سرافراز کیا۔
رہبر معظم نے اس بات پر تاکید فرمائی کہ امام خمینی علیہ الرحمہ اس قومی عزت اور اقتدار کے حقیقی مظہر اور روح رواں تھے۔ جس دور میں دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں امریکہ اور روس سے ہراساں رہتی تھیں اس دور میں امام خمینی علیہ الرحمہ نے فرمایا: "امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"۔

رہبر معظم نے فرمایا: امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ کی استقامت و پائیداری خداوند متعال پر پختہ ایمان اور بھرپور اعتماد کا نتیجہ تھی اور اگر ایرانی قوم بھی حقیقی عزت اور اقتدار کی خواہاں ہے تو اسے بھی ہمیشہ خداوند متعال پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے اپنے مستقبل کے سلسلے میں خوش اور پر امید رہنا چاہیے۔
رہبر معظم نے ایرانی قوم کی موجودہ عزت اور اقتدار کو بے مثال قرار دیتے ہوئے فرمایا: ایرانی قوم کے پاس ایٹم بم نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کے حصول کا ارادہ رکھتی ہے اور پوری دنیا ایرانی عوام کی عزت و سربلندی پر گواہ ہے کیونکہ ایرانی قوم کی عزت و اقتدار، اس کے آہنین عزم وارادہ و نیک کردار، ایمان اور واضح اہداف پر استوار ہے۔
رہبر معظم نے سپاہ پاسداران کو اسلامی انقلاب اور قومی عزت و اقتدار کا محافظ بتایا اور یاد دلایا کہ سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی بھی اپنی قوت ایمانی کی بدولت سرافراز اور سربلند ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اسلامی انقلاب بھی سپاہ کا محافظ و پاسبان ہے۔

۱۔ سپاہ پاسداران سے خطاب، ۲۰۰۷/۰۹/۰۹

مسلمانوں کے درمیان فاصلے دشمن کو اختلاف ڈالنے کا موقع فراہم کرتے ہیں

مسلمانوں کی ایک دوسرے سے دوری دشمنوں کو ان کی صفوں میں اختلاف و تفرقہ ڈالنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ امت اسلامیہ مختلف قوموں، نسلوں اور مذاہب کے ماننے والوں سے تشکیل پائی ہے اور زمین کے حساس اور اہم علاقوں اور الگ الگ جغرافیائی خطوں میں اس کا آباد ہونا اس کے تنوع اور اس کے عظیم پیکر کے لئے ایک مضبوط نقطہ ثابت ہوسکتا ہے اور اس وسیع و عریض دنیا میں امت اسلامیہ کی مشترکہ ثقافت، میراث اور تاریخ کو مزید فعال و کارآمد بنایا جاسکتا ہے اور طرح طرح کی انسانی و فطری قابلیتوں و صلاحیتوں کو مسلمانوں کے لئے بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ مغربی سامراج نے اسلامی ملکوں میں داخل ہوتے ہی اسی نکتہ کو مد نظر رکھا اور اس نے تفرقہ انگیز عوامل کو مسلسل اشتعال دلانے کی کوشش شروع کردی۔

سامراجی سیاستدانوں کو بخوبی یہ معلوم تھا کہ اگر عالم اسلام متحد ہوگیا تو اس پر سیاسی اور اقتصادی تسلّط جمانے کا راستہ مسدود ہوجائے گا لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کی ہمہ گیر اور طویل المیعاد کوشش شروع کردی اور اس خبیثانہ سیاست کی آڑ میں انہوں نے لوگوں کی غفلت اور سیاسی و ثقافتی حکمرانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا اور اسلامی ملکوں پر اپنا تسلّط جمانا شروع کردیا۔

گذشتہ صدی میں اسلامی ممالک میں حریت پسندانہ تحریکوں کی سرکوبی اور ان ملکوں پر تسلّط جمانے میں سامراجی طاقتوں کی پیش قدمی اور ان میں استبدادی حکومتوں کا قیام یا ان کی تقویت اور ان کے قدرتی ذخائر کی لوٹ کھسوٹ و انسانی وسائل کی نابودی و تباہی اور اس کے نتیجے میں مسلمان قوموں کو علم و ٹکنالوجی کے قافلے سے پیچھے کردینا یہ سب کے سب سامراجی منصوبے مسلمانوں کے اختلاف و عدم اتحاد کی وجہ سے ممکن ہوئے ہیں جو کبھی کبھی دشمنی، جنگ و جدال اور برادر کشی پر بھی منتج ہوئے ہیں۔ اسلامی بیداری کے آغاز سے مغربی سامراج کو سنگین خطرے کا سامنا ہوا۔ جس کا نقطۂ عروج ایران میں اسلامی جمہوری نظام کا قیام ہے۔

مشرق و مغرب کے سیاسی مکاتب کی شکست اور سامراجی طاقتوں کی اُن اقدار کے غلط ثابت ہونے اور ان کی دھجیاں بکھر جانے سے جنہیں وہ انسانیت کی فلاح و کامیابی کا واحد ذریعہ سمجھتی تھیں مسلمان قوموں کے درمیان اسلامی خود آگہی کی بنیاد مضبوط ہوئی اور اس چراغ الٰہی کو خاموش کرنے اور اس نور کو چھپانے میں

استکباری طاقتوں کی پے در پے ناکامیوں نے مسلمان قوموں کے دلوں میں امید کے درخت کو مضبوط و بارآور بنادیا ہے۔

آج کے فلسطین کو دیکھئے جہاں آج صیہونی قبضے سے آزادی کے جامع اصول پر کاربند حکومت برسر اقتدار آئی ہے اور پھر ماضی میں فلسطینی قوم کی غربت، تنہائی اور ناتوانی سے اس کا موازنہ کیجئے، لبنان پر نگاہ ڈالئے جہاں کے دلیر و فداکار مسلمانوں نے اسرائیل کی مسلّح فوج کو شکست دی جسے امریکہ و مغرب اور منافقوں کی پوری مدد حاصل تھی اور پھر اس کا اُس لبنان سے موازنہ کیجئے کہ صیہونی جب چاہتے تھے اور جہاں تک چاہتے تھے کسی مزاحمت کے بغیر آگے تک چلے جاتے تھے۔

عراق پر نگاہ ڈالئے کہ جس کی غیرت مند قوم نے مغرور امریکہ کی ناک رگڑ دی اور اس کی فوج اور ان سیاستدانوں کو جو کبر و نخوت کے عالم میں عراق پر اپنی مالکیت کا دم بھرتے تھے سیاسی، فوجی اور اقتصادی دلدل میں پھنسا دیا اور پھر اس کا اس عراق سے موازنہ کیجئے جس کے خونخوار حاکم نے امریکہ کی پشت پناہی سے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ افغانستان پر نگاہ ڈالئے جہاں امریکہ اور مغرب کے تمام وعدے فریب اور جھوٹ ثابت ہوئے اور جہاں مغربی اتحادیوں کی غیر معمولی اور بے تحاشا لشکر کشی نے اس ملک کی تباہی و ویرانی اور لوگوں کو غربت زدہ بنانے، ان کا قتل عام کرنے اور منشیات کے مافیا گروہوں کو روز بروز مضبوط بنانے کے سواء اور کچھ نہیں کیا ہے اور سرانجام اسلامی ملکوں میں جوان معاشرے اور پروان چڑھتی ہوئی نسل پر نگاہ ڈالئے جس میں اسلامی اقدار کا رجحان بڑھ رہا ہے اور امریکہ و مغرب سے نفرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

ان تمام واقعات پر نگاہ ڈالنے سے مغربی استکباری طاقتوں اور ان میں سر فہرست امریکہ کی بد بختی اور شکست خوردہ پالیسیوں کی حقیقی تصویر کو مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور یہ تمام واقعات اس بات کی بشارت دے رہے ہیں کہ امت اسلامیہ متحد ہو رہی ہے۔

تفرقہ انگیزی تاریخی گناہ ہے

آج ہر وہ اقدام جو عالم اسلام میں تفرقہ انگیزی کا باعث ہو تاریخی گناہ ہے۔وہ لوگ جو دشمنانہ طریقے سے مسلمانوں کے ایک عظیم گروہ کو بے بنیاد بہانوں سے کافر قرار دے رہے ہیں، وہ لوگ جو باطل گمان و خیالات کی بنیاد پر مسلمانوں کے کچھ فرقوں کے مقدسات اور مذہبی مقامات کی اہانت کر رہے ہیں، وہ لوگ جو لبنان کے ان جانباز جوانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ رہے ہیں جو امت اسلامیہ کی سربلندی اور عالم اسلام کے لئے باعث فخر ہیں وہ لوگ جو امریکہ اور صیہونیوں کی خوشامد کے لئے ہلال شیعی یا شیعہ علاقے (Belt) کے نام سے موہوم خطرے کی باتیں کر رہے ہیں، وہ لوگ جو عراق میں عوامی اور مسلمان حکومت کو ناکام بنانے کے لئے اس ملک میں بدامنی اور برادر کشی کو ہوا دے رہے ہیں، وہ لوگ جو حماس کی حکومت پر ہر طرف سے دباؤ ڈال رہے ہیں جو ملّت فلسطین کی محبوب اور منتخب حکومت ہے، وہ لوگ خواہ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں ایسے مجرم شمار ہوتے ہیں جن سے تاریخ اسلام اور آئندہ کی نسلیں نفرت کریں گی اور انہیں غدار دشمنوں کا پٹھو سمجھیں گی۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عالم اسلام کی حقارت و پسماندگی کا دور ختم ہو چکا ہے اور اب نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ خیال باطل ہے کہ مسلمان ملکوں کو ہمیشہ مغرب کے سیاسی و ثقافتی اقتدار کے پنجہ میں اسیر رہنا ہے اور انفرادی و اجتماعی فکر و گفتار و عمل میں مغرب کی ہی تقلید و پیروی کرنا چاہیے اب خود مغرب والوں کے غرور و تکبر و ظلم و ستم اور انتہا پسندی کی وجہ سے یہ تصور مسلمان قوموں کے ذہنوں سے مٹ ہو چکا ہے۔

امت اسلامیہ کا اتحاد اہم ہے[۱]

دوسرا نکتہ ہمارے زمانے میں امت اسلامی کا اتحاد ہے۔ یہ اہم نکتہ ہے ہم نے نہ صرف انقلاب کے زمانے سے بلکہ انقلاب سے کئی برس قبل شیعہ اور سنی بھائیوں کے دلوں کو نزدیک کرنے اور سب کو اس اتحاد کی اہمیت سے آگاہ کرنے کی غرض سے کوششیں شروع کی تھیں۔ میں نے بلوچستان میں انقلاب سے برسوں قبل جب میں وہاں شہر بدر کرکے بھیجا گیا تھا، مرحوم مولوی شہداد کو (جو بلوچستان کے معروف علماء میں سے تھے اور بلوچستان کے لوگ ان کو پہچانتے ہیں، فاضل شخص تھے اس زمانے میں سراوان میں تھے اور میں ایران شہر میں تھا) پیغام بھیجا کہ آئیں موقع ہے بیٹھتے ہیں اور اہل سنت واہل تشیع کے درمیان علمی، حقیقی اور قلبی اور واقعی اتحاد کے اصول بناتے ہیں۔ انہوں نے بھی میری تجویز کا خیر مقدم کیا لیکن بعد میں انقلاب کے مسائل پیش آگئے، انقلاب کی کامیابی کے بعد ہم نے جو نماز جمعہ کے موضوع پر پہلی کانفرنس کی تھی اس میں مولوی شہداد سمیت اہل سنت کے بعض علماء بھی شریک تھے بحث و گفتگو ہوئی اور ان مسائل پر بھی تبادلہ خیال ہوا۔

تعصّبات کی بنا پر دوطرح کے عقیدوں کے حامیوں میں اختلاف ہونا ایسا امر ہے جو فطری ہے اور یہ شیعہ و سنی سے مخصوص نہیں ہے۔ خود شیعہ فرقوں اور سنی فرقوں کے مابین ہمیشہ سے اختلافات موجود رہے ہیں تاریخ کا جائزہ لیں دیکھیں گے کہ اہل تسنن کے اصولی اور فقہی فرقوں جیسے اشاعرہ، معتزلہ، حنابلہ، احناف اور شافعیہ کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ اسی طرح شیعوں کے مختلف فرقوں کے مابین بھی اختلافات رہے ہیں۔ یہ اختلافات جب عام لوگوں تک پہنچتے ہیں تو خطرناک رخ اختیار کرلیتے ہیں لوگ دست بہ گریباں ہوجاتے ہیں۔ علماء باہم بیٹھتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں، بحث کرتے ہیں لیکن جب علمی صلاحیت سے عاری لوگوں کی بات آتی ہے تو وہ جذبات تشدد اور مادی ہتھیاروں کا سہارا لیتے ہیں اور یہ خطرناک ہے۔ دنیا میں یہ ہمیشہ سے رہا ہے مومنین اور خیر خواہ لوگوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اختلافات کا سدّ باب کریں،

۱۔ شیعہ سنی علماء سے خطاب، ۲۰۰۷/۰۱/۱۵

علماء اور سربرآوردہ شخصیتوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ عوام میں تصادم نہ ہونے پائے لیکن حالیہ صدیوں میں ایک اور عامل شامل ہوگیاجو استعمار ہے میں یہ نہیں کہنا چاہتاکہ ہمیشہ شیعہ سنی اختلافات سامراج کی وجہ سے تھے ایسا نہیں ہے مسلمانوں کے جذبات بھی دخیل تھے، بعض جہالتیں، بعض تعصّبات، بعض جذبات بعض کج فہمیاں دخیل رہی ہیں لیکن جب سامراج میدان میں اترا تو اس نے اختلافات کے حربے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

اس بنا پرآپ دیکھتے ہیں کہ سامراج اور استکبار کے خلاف جدوجہد کرنے والی ممتاز شخصیتوں نے امت اسلامیہ کے درمیان اتحاد پر بے حد تاکید کی ہے۔آپ دیکھیں سید جمال الدین اسدآبادی رضوان اللہ علیہ المعروف بہ افغانی اور ان کے شاگرد شیخ محمد عبدہ اور دیگر شخصیتوں اور علماءشیعہ میں سے مرحوم شرف الدین عاملی اور دیگر بزرگوں نے سامراج کے مقابلے میں کس قدر وسیع کوششیں کی ہیں کہ سامراج کے ہاتھ میں یہ آسان وسیلہ عالم اسلام کے خلاف ایک حربے میں تبدیل نہ ہو جائے، ہمارے بزرگ اور عظیم رہنما حضرت امام خمینی (رہ) ابتداءہی سے امت کے درمیان اسلامی اتحاد پر تاکید کیا کرتے تھے۔

اختلاف پھیلانے والے نہ شیعہ ہیں نہ سنی[1]

آج عراق میں شیعہ اور سنی کو ایک دوسرے کے خلاف لڑانا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں بھی یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ افغانستان میں اگر ممکن ہوتا تو یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایران میں انہیں موقع ملے تو ایسا کریں گے۔ جہاں بھی انہیں موقع ملے وہ یہ کام کریں گے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ سامراج کے آلہ کار لبنان بھی گئے ہیں تاکہ شیعہ اور سنی اختلافات پھیلائیں۔

وہ لوگ جو اختلافات پھیلاتے ہیں وہ نہ شیعہ ہیں نہ سنی، نہ شیعوں سے انہیں کوئی لگاؤ ہے اور نہ سنیوں سے، نہ شیعوں کے مقدسات کو مانتے ہیں اور نہ سنیوں کے، چند دنوں قبل امریکی صدر بش نے اپنی تقریر میں عراق کے شہر سامرا میں حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہما السلام کے روضوں میں بم دھماکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلفیوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا اور شیعوں کو اس طرح بھڑکایا اور اس میں کامیاب بھی رہے، مقدس روضوں میں بم دھماکے امریکیوں کے سامنے ہوئے ہیں، اسی شہر میں حضرات عسکریین علیہاالسلام کے روضوں میں بم دھماکے ہوئے ہیں جو امریکیوں کے قبضہ میں ہے اور امریکہ کی مسلح افواج اس شہر میں گشت کررہی ہیں۔ امریکیوں کی آنکھوں کے سامنے یہ ہوا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ امریکیوں کی اطلاع کے بغیر امریکیوں کی اجازت کے بغیر اور امریکیوں کی منصوبہ بندی کے بغیر یہ واقعہ ہوا ہو۔ خود امریکیوں نے یہ کام کیا ہے۔

۱۔ شیعہ سنی علماء سے خطاب، ۲۰۰۷/۰۱/۱۵۔

اسلامی اتحاد غدیر کی روشنی میں[۱]

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد ویکجہتی پر مکمل توجہ رکھنے کو غدیر کا ایک اور عظیم درس قرار دیتے ہوئے فرمایا: حضرت علی(ع) کو پیغمبر اسلام(ص) نے منصوب کیا تھا لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اپنے حق کا مطالبہ کرنے سے ممکن ہے اسلام کو نقصان پہنچے اور اختلاف پیدا ہو جائے تو آپ نے اس کا نہ صرف دعوی نہیں کیا بلکہ وہ لوگ جو اس منصب کے حقدار نہ تھے اور جو زبردستی اور طاقت کے زور پر اسلامی معاشرے پر حکومت کر رہے تھے آپ نے ان کے ساتھ مسلسل تعاون کیا کیونکہ اسلام کو اتحاد کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے حضرت علی(ع) نے اس عظیم فداکاری کو انجام دیا۔

رہبر معظم نے اسی سلسلے میں فرمایا: ایرانی عوام کے پاس آج عالم اسلام میں امامت اور ولایت جیسی قوی، مضبوط اور مستحکم منطق ہے لیکن وہ اپنے حق کے اثبات کو دوسروں کی نفی میں تلاش و جستجو نہیں کرتی اور امیر المؤمنین علی(ع) کی پیروی کرتے ہوئے وحدت ویکجہتی کی علمبردار ہے اور تمام اسلامی مذاہب کو اتحاد اور یکجہتی کی طرف دعوت دیتی ہے۔

رہبر معظم نے امت اسلامیہ کو دشمنوں کے مکروفریب کے مقابلے میں ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: دشمن عالم اسلام میں اختلاف کا بیج بونے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور غدیر کا عظیم درس، اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنے والوں کے خلاف جد وجہد پر مبنی ہے اور اس عمل کو انجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے مقدسات کی اہانت کرنے اور ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے سے اجتناب کریں اور جیسا کہ حج کے پیغام میں بیان کیا ہے کہ مسلمان مفکرین امت اسلامی کے درمیان اتحاد اور اسلامی انسجام کو مضبوط و مستحکم بنا کر عالم اسلام کے درمیان اختلاف ڈالنے کے سامراجی طاقتوں کے شوم منصوبوں کو ناکام بنادیں۔

۱۔ عید سعید غدیر کے موقع پر خطاب۔ ۲۰/دسمبر ۲۰۰۷ء

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے اسلام دشمن عناصر اور سامراجی طاقتوں کے مکر وفریب کے بارے میں ایرانی عوام کی آگاہی کو انقلاب اسلامی کی کامیابی کا راز قرار دیتے ہوئے فرمایا: ایرانی عوام کا خداوند متعال کی ذات پر ایمان و توکل، ذمہ داری کا احساس، دشمن کے ناپاک منصوبوں کے بارے میں مکمل ہوشیاری وآگاہی کی وجہ سے گذشتہ ۲۹ سالوں میں سامراجی طاقتوں کی تمام گھناؤنی سازشوں کے مقابلے میں ایرانی عوام کی کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔

امت مسلمہ کو نبی اکرم (ص) کے محور پر متحد ہونا چاہیے[1]

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے پیغمبر اسلام (ص) کے ساتھ امت اسلامی کے بے پناہ عشق اور والہانہ محبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امت مسلمہ کو نبی اکرم (ص) کے محور پر متحد ہونے اور دشمنان اسلام کی تفرقہ انگیز اور اختلافات پھیلانے والی سازشوں کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔

رہبر معظم نے اسلامی ممالک کے سفراء کی موجودگی میں اپنے خطاب کے دوران علم و حکمت، تزکیہ نفس و محاسن اخلاق اور عدل و انصاف کو بعثت پیغمبر اکرم (ص) کے تین اہم پیغام قرار دیا اور انسانی معاشرے کی مشکلات اور مصائب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت تمام انسانوں کو انبیاء الٰہی (ع) کی تعلیمات کی سخت ضرورت ہے اور اسلام وقرآن میں یہ تمام تعلیمات موجود ہیں۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای نے معنوی علوم میں انسانی معاشرے کی پسماندگی اور اخلاق و معنویت سے دوری کو دنیا کی تمام مشکلات اور جنگ وخونریزی کا سرچشمہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: مروت، انصاف، محبت اور اخلاقی پاکیزگی کی طرف اسلام کی دعوت کی تمام قومیں خصوصا تمام ممالک کے اعلی حکام اور ممتاز افراد سخت محتاج ہیں۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے قیام عدل کو انسان کی ابدی ضرورت اور انبیاء الٰہی (ع) کی بعثت کا دوسرا مقصد قرار دیا اور ایران میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بعثت پیامبر اکرم (ص) کے تین اہم پیغامات، یعنی علم، اخلاق اور عدالت ملت ایران کے بنیادی اصولوں اور اساسی اقدار میں شمار ہوتے ہیں اور ہم سب کو ان اصولوں کے تحقق کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ رہبر معظم نے ان اصولوں پر کاربند رہنے اور اسلامی فرائض پر عمل کو گذشتہ اٹھائیس سالوں کی کامیابی کا راز قرار دیتے ہوئے فرمایا: اسلامی اصولوں سے پیچھے ہٹنا، طرح طرح کی مصلحتوں کے جال میں

۱۔ بعثت پیامبر اکرم (ص) کے موقع پر خطاب ۱۱/اگست ۲۰۰۷ء

پھنسنا اور دنیا میں رائج مادی مکاتب فکر کی چار دیواری میں گرفتار ہونا، بے شک ناکامی اور شکست سے دوچار ہونے کا سبب ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے فرمایا: انسانی معاشرہ دو بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہے اول: وہ غلط راستہ جو اقوام عالم کو نیک بختی اور سعادت کے راستے کے عنوان سے دکھایا جاتا ہے دوم: عالمی امور پر بدترین افراد کا حاکم ہونا۔

رہبر معظم نے انسانی معاشرے کی سب سے بڑی مصیبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: آج بدترین افراد دنیا کی اصلاح کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔امریکہ کی شیطانی اور مستکبر طاقت تمام انسانی معاشروں پر اپنی بے لگام حکومت مسلط کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اسلام پر دہشت گردی اور بنیاد پرستی کا الزام لگا رہی ہے جب کہ مسلمانوں پر ظلم و ستم اور دہشت گردی، جنگ و خونریزی کا اصلی سبب، خود امریکی حکومت ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای نے مسلمانوں میں بیداری، اسلامی شناخت کی طرف بازگشت، اور اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے اندر جرات و ہمت کو مسلم اقوام کے رنج و غم کا علاج قرار دیتے ہوئے فرمایا: امت مسلمہ قرآنی برکات اور اسلام کے نورانی احکام سے بہرہ مند ہے اور امت مسلمہ، پیغمبر خاتم (ص) کے دین سے تمسک کے سایہ میں انسانی حیات کو لاحق تباہ کن خطرات کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

سیرت نبوی (ص) کی پیروی اسلامی دنیا کے تمام مسائل کا حل[1]

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے آج معاشرے کے مختلف طبقات، مجریہ، مقنّنہ اور عدلیہ کے سربراہوں، تشخیص مصلحت نظام کونسل کے سربراہ، فوجی اور سول حکام اور اسلامی ممالک کے سفراء سے خطاب میں فرمایا: بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کے لئے سب سے بڑی عید ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی، دین وسیاست کو ایک سمجھنا اور عدل وانصاف و تزکیہ و تعلیم کے لئے اسلامی حکومت قائم کرنا آج کی اسلامی دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے۔

رہبر معظم نے تزکیہ اور انسانی کمال تک پہنچنے کے لئے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلسل کوششوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہونے کے بعد ہمیشہ ظاہری اور باطنی جہاد میں مشغول رہے اور اس امر سے ایک لمحہ بھی غفلت نہیں کی اور نبوی ومدنی معاشرہ تشکیل دے کر دنیا میں عظیم انقلاب کے اسباب فراہم کئے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکسان طور پر سیاست، تربیت اور انسانوں کی تعلیم پر توجہ فرمایا کرتے تھے اور یہ اسلام میں دین و سیاست کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں سیاست وتدبیر اور مدن کی ذمہ داری غیر مسلم کو نہیں سونپی جاسکتی اور نہ محض اخلاق و روحانیت پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای نے اسلام و سیاست کو الگ سمجھنے والے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ قرآن کی عبارت پر ایمان لے آتے ہیں لیکن اس کی سیاست پر ایمان نہیں لاتے اور کچھ لوگ اسلام کا سیاست میں خلاصہ کرتے ہیں اور اخلاق وروحانیت سے غافل رہتے ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں دین وحکومت اور اخلاق وحکومت

۱۔ بعثت کے موقع پر خطاب، ۲۲/اگست ۲۰۰۶ء

کا سرچشمہ قرآن و وحی ہے۔آپ نے کہا اس نکتے کا ادراک اور اس پر عمل کرنا آج امت اسلامی کی ضرورت اور مسلمان قوموں کے تمام مسائل کا حل ہے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے فرمایا: آج امت اسلامی کو حقیقی معنی میں اسلامی حکومت تشکیل دینے کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان اخلاقی و معنوی کمالات حاصل کرکے علمی و سائنسی،سیاسی،اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں ہمہ گیر ترقی کی راہیں ہموار کرسکیں اور اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے دشمنوں کے مدمقابل اپنے مفادات کا دفاع کرسکیں۔

پیغمبر عظیم الشان اور صادق آل محمد علیہما السلام کا یوم ولادت: اتحاد اسلامی کا بہترین ذریعہ

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای نے ملک کے حکام اور وحدت اسلامی کانفرنس کے غیر ملکی مندوبین سے خطاب میں مسلمانوں کے اتحاد پر تاکید کی۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مشترکات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اختلافات سے چشم پوشی کریں۔ اپنے خطاب میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر ڈیڑھ ارب عالمی مسلمان، بے پناہ وسائل کے مالک اتنے سارے اسلامی ممالک، یہ غیر معمولی افرادی قوت، اگر یہ عظیم مجموعہ متحد ہو جائے اور اتحاد کے ساتھ اسلامی اہداف کی جانب بڑھنے لگے تو دنیا کی طاقتیں رجز خوانی نہیں کر پائیں گی۔ امریکا دیگر ملکوں، حکومتوں اور قوموں پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر پائے گا، خبیث صہیونی نیٹ ورک گوناگوں حکومتوں اور طاقتوں کو اپنے پنجہ اقتدار میں نہیں جکڑ پائے گا اور انہیں اپنے مقصد اور ہدف کے تحت استعمال نہیں کر پائے گا۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی کے خطاب کا پورا متن پیش خدمت ہے:

بسم الله الرّحمن الرّحيم

و الحمد لله ربّ العالمين و الصّلاة و السّلام على سيّدنا محمّد و آله الطّاهرين و على صحبه المنتجبين و على من تابعهم باحسان الى يوم الدّين۔

سرور کائنات، کل عالم وجود کے سردار مخلوقات، پیغمبر ختمی مرتبت حضرت محمد بن عبد اللہ اسی طرح فرزند رسول اور روئے زمین پر حجت خدا حضرت ابو عبد اللہ الصادق علیہ السلام کے یوم ولادت باسعادت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہم سب کو، تمام مسلمین کو اور دنیا کے تمام روشن فکر افراد کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان نعمتوں کی قدر و قیمت کو پہچانیں اور ان عظمتوں کا ادراک کریں، انہیں سمجھیں اور یہ کوشش کریں کہ عالم وجود کے ان ستونوں نے جو صراط مستقیم ہمیں دکھایا ہے اس پر گامزن ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ کی ذات مقدس کی وجودی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ تعالی نے بشریت کو یہ نعمت عطا فرمائی تو ساتھ ہی ساتھ احسان جتاتے ہوئے فرمایا: لَقَد مَنَّ اللهُ عَلَى المُؤمِنينَ اِذ بَعَثَ فيهِم

رَسولًا مِن اَنفُسِهِم[۱]۔ امام زین العابدین علیہ الصلاۃ و السلام صحیفہ سجادیہ میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں فرماتے ہیں: اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذی مَنَّ عَلَینا بِمُحَمَّدٍ نَبیِّه دونَ الأُمَمِ الماضیَةِ وَ القُرونِ السّالِفَة[۲]۔ بشریت کو یہ عظیم عطیہ دیکر اللہ تعالی نے احسان فرمایا ہے۔ یہ نکتہ قرآن کریم اور ائمہ معصومین معصومین کے فرامین میں بڑی صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے جو بڑی با عظمت بات ہے۔ «رَحمَةً لِلعٰلَمین[۳]» پیغمبر اکرم کی یہ توصیف اللہ تعالی نے فرمائی ہے۔ صرف «لِفِرقَةٍ مِنَ البَشَر» (بشر کی ایک جماعت کے لئے) یا «لِجَمعٍ مِنَ العالَمین» (عالمین میں کچھ لوگوں کے لئے) نہیں کہا، رَحمَةً لِلعٰلَمین فرمایا، سب کے لئے رحمت ہیں۔ پیغمبر اکرم اللہ تعالی کی جانب سے جو پیغام لائے ہیں وہ بشریت کو عطا کر رہے ہیں، یہ بصیرت، یہ صراط مستقیم انہوں نے تمام انسانوں کو دیا ہے۔

البتہ ایسے صاحبان قدرت اور صاحبان زور و زر بھی ہیں جو نہیں چاہتے کہ رحمت الٰہیہ کے اس دستر خوان سے عوام الناس مستفیض ہوں۔ وہ بڑی سختی کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں اور اس ملکوتی عمل کا سد باب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللهَ وَ لا تُطِعِ الکٰفِرینَ وَ المُنٰفِقین[۴] ان کے پیچھے نہ جاؤ، محتاط رہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جٰهِدِ الکُفّارَ وَ المُنٰفِقینَ وَ اغلُظ عَلَیْهِم[۵] اے پیغمبر کفار و منافقین سے جہاد کرو۔ فرمایا ہے «جاهِد» یہ نہیں فرمایا؛ «قاتِل»؛ «قاتِلِ الکُفّارَ وَ المُنافِقین» کیونکہ قتال ہمیشہ ضروری نہیں ہوتا لیکن جہاد ہمیشہ جاری رہنا چاہئے۔

کبھی جہاد سیاسی ہوتا ہے، کبھی جہاد ثقافتی ہوتا ہے، کبھی جہاد نرم جنگ کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی جہاد مسلحانہ جنگ کی صورت میں ہوتا ہے، کبھی جہاد ہتھیاروں سے کیا جاتا ہے، کبھی جہاد علم کے ذریعے ہوتا

---

۱. سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴ کا ایک حصہ؛ « بے شک اللہ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان کے لئے خود ان کے درمیان سے ایک پیغمبر مبعوث کیا۔»۔
۲. صحیفہ سجّادیّہ، دعائے دوّم « ساری ستائش اس اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی محمد (کو ہمارا نبی بنا کر) ہم پر احسان کیا جبکہ ماضی کی امتوں پر یہ احسان نہیں کیا،»۔
۳. سورہ انبیاء، آیت نمبر ۱۰۷ کا ایک حصہ « عالمین کے لئے رحمت ہیں۔»۔
۴. سورہ احزاب، آیت نمبر ۱؛ «اے پیغمبر اللہ سے ڈرو اور کفار و منافقین کے حکم کی تعمیل نہ کرو»۔
۵. سورہ توبہ، آیت نمبر ۷۳ کا ایک حصہ «اے پیغمبر کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان سے سختی کرو»۔

ہے۔ یہ سب جہاد کی قسمیں ہیں لیکن ان تمام روشوں میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جہاد دشمن کے خلاف کیا جارہا ہے، بشریت کے دشمن کے خلاف یہ جہاد کیا جاتا ہے، یہ جہاد ان دشمنوں کے خلاف کیا جاتا ہے جو اپنی طاقت اور دولت کی مدد سے اپنے آپ کو اور اپنی خواہشات کو تمام بشریت پر مسلط کر دینا چاہتے ہیں۔ ایسے دشمنوں سے مفاہمت بے معنی ہے۔ اِتَّقِ اللّٰهَ وَ لا تُطِعِ الكٰفِرينَ وَ المُنٰفِقينَ[1]۔

پیغمبر (ص) کے بارے میں اور آپ کے ذریعے دی جانے والی تعلیمات کے بارے میں، جدید اسلامی معاشرے کی تعمیر کے بارے میں قدم قدم پر پیغمبر اکرم کو ہدایات دینے والی قرآن کی آیات کریمہ بہت زیادہ ہیں۔ ہماری سفارش خود اپنے لئے، اپنے نوجوانوں کے لئے، دینی مبلغین کے لئے اور ان افراد کے لئے جو رائے عامہ تشکیل دینے میں موثر ہیں، یہی ہے کہ ان تمام آیات سے رجوع کریں، قرآن کریم میں ان مفاہیم کا جائزہ لیں، یہ ایک مجموعہ ہے، یہ ایک کامل مجموعہ ہے۔ ہمارے ساتھ مشکل یہی ہے کہ ہم پیغمبر اکرم (ص) کو مخاطب قرار دیکر جو الٰہی تعلیمات دی گئی ہیں اور پیغمبر اکرم کی جو توصیف اللہ تعالی نے فرمائی ہے اس سے غافل رہتے ہیں۔ اگر یہ کامل مجموعہ ہماری نظروں کے سامنے رہے تو وہی صائب روش اور وہی صراط مستقیم جسے پیغمبر اکرم ص نے اپنایا، ہمارے سامنے نمایاں ہوجائے گا۔اِنَّکَ عَلیٰ صِراطٍ مُستَقیم[2] اس صراط مستقیم کو ہمیں تلاش کرنا ہوگا۔

چونکہ اس نشست میں ہمارے وطن عزیز سے اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے برادران و خواہران گرامی، وحدت اسلامی کانفرنس[3] کے معزز مہمان، اسلامی ملکوں کے محترم سفرا جن کا تعلق مختلف اسلامی مسلکوں، تشیع، تسنن، گوناگوں مکاتب فکر سے ہے، تشریف فرما ہیں، لہٰذا میں اس نشست میں جو بات عرض کرنا مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ برادران عزیز! خواہران گرامی! آج دنیائے اسلام بڑی سخت آزمائشوں میں مبتلا ہے اور ان مشکلات کی راہ حل اسلامی اتحاد ہے۔ اتحاد، امداد باہمی، ایک

---

۱. سورہ احزاب، آیت نمبر ۴۳ کا ایک حصہ۔
۲. سورہ زخرف، آیت نمبر ۴۳ کا ایک حصہ «...تم راہ راست پر ہو»۔
۳. تہران میں منعقدہ تیسویں وحدت اسلامی کانفرنس جو مورخہ ۱۵ دسمبر ۲۰۱۶ سے ۱۷ دسمبر ۲۰۱۶ تک چلی۔

دوسرے سے تعاون، فکری و مسلکی اختلافات سے آگے بڑھ جانا۔ آج عالم اسلام کے بارے میں استکبار اور استعمار کی سوچ یہ ہے کہ دنیائے اسلام کو جہاں تک ممکن ہو اتحاد سے محروم رکھا جائے۔

اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو فلسطین کی یہ حالت نہیں رہے گی جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ آج فلسطین کی حالت بہت افسوسناک ہے۔ غزہ کی حالت دگرگوں ہے۔ مغربی اردن کی حالت بھی الگ اعتبار سے خراب ہے۔ ملت فلسطین آج نت نئی سختیاں برداشت کر رہی ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین ہمارے ذہنوں سے تنہامٹ نہ جائے، بالکل بھلا دیا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مغربی ایشیا کا علاقہ، یہی علاقہ جس میں ہمارے ممالک شامل ہیں اور جو غیر معمولی اسٹریٹیجک اہمیت رکھتا ہے، یعنی جغرافیائی اعتبار سے بھی، قدرتی وسائل کے اعتبار سے بھی اور آبی گزرگاہوں کے اعتبار سے بھی یہ بے حد حساس علاقہ ہے، یہ اپنے مسائل میں بری طرح الجھا رہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے مد مقابل کھڑے نظر آئیں، ایک عرب دوسرے عرب کے سامنے کھڑا ہو اور ایک دوسرے پر حملہ کریں، ایک دوسرے کو نابود کریں تاکہ مسلمان ممالک کی افواج، خاص طور پر صیہونیوں کے پڑوس میں واقع ملکوں کی افواج روز بروز کمزور ہوتی جائیں، یہ ان کا اہم ہدف ہے۔

اس وقت اس خطے میں دو ارادے ہیں جو ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ ایک ارادہ اتحاد کا ارادہ ہے اور دوسرا تفرقہ و اختلاف کا ارادہ ہے۔ اتحاد کا ارادہ مومنین کا ہے۔ بااخلاص گلوں سے مسلمانوں کے اتحاد و انسجام کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کو مشترکات کی بنیاد پر متحد ہو جانے کی دعوت دیتی ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے اور یہ اتحاد قائم ہو جائے تو مسلمانوں کی آج جو حالت زار ہے وہ ایسی نہیں رہے گی، مسلمانوں کو وقار حاصل ہوگا۔ آج آپ غور کیجئے کہ ایشیا کے مشرقی ترین علاقوں سے لے کر جہاں میانمار میں مسلم کشی ہو رہی ہے، مغربی افریقا کے نائیجیریا جیسے ممالک تک ہر جگہ مسلمان قتل کئے جا رہے ہیں۔ کہیں وہ بودھ مذہب کے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں، کہیں بوکو حرام اور داعش جیسی تنظیموں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو اس آگ میں گھی ڈالنے کا کام کر رہے ہیں۔ 'برٹش شیعہ' اور 'امریکی سنی' یکساں ہیں۔ یہ سب چاقو کی دو دھاروں کی مانند ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف مشتعل کریں۔ یہ تفرقہ کے ارادے کی آواز ہے جو شیطانی آواز ہے۔ اتحاد کا پیغام یہ ہے کہ سب لوگ اختلافات سے آگے بڑھ جائیں اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں اور مل کر کام کریں۔

اگر آج آپ استکباری قوتوں کے بیانوں پر غور کریں تو پائیں گے کہ ان میں تفرقے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ قدیم زمانے سے انگریزوں کی سیاست کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ بانٹوں اور راج کرو کی سیاست ہے، تفرقہ پھیلا کر مالک بن جاؤ، جب برطانیہ کی طاقت اپنے عروج پر تھی تو یہ اس کی پالیسی تھی۔ آج یہی پالیسی موجودہ دور کی طاقتوں نے اپنا رکھی ہے۔ خواہ وہ امریکا ہو یا خود برطانیہ جس نے حال میں پھر اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ برطانیہ ہمارے علاقے میں ہمیشہ شر انگیزی کا سرچشمہ رہا ہے، ہمیشہ قوموں کی بدبختی کی وجہ بنتا رہا ہے، اس علاقے میں قوموں کی زندگی کو جو نقصان اس نے پہنچایا ہے، دنیا کے کسی دوسرے علاقے میں کسی بڑی طاقت سے قوموں کو شاید اتنا نقصان نہ پہنچا ہو۔

بر صغیر ہند میں جو آج ہندوستان، بنگلادیش اور پاکستان پر مشتمل ہے، الگ انداز سے نقصان پہنچایا، لوگوں پر سختیاں برتیں۔ افغانستان میں الگ انداز سے، ایران میں الگ انداز سے، عراق کے علاقے میں ایک الگ طریقے سے، فلسطین میں تو خیر وہ خباثت آلود اور شوم حرکت کر گزرے اور مسلمانوں کو، پوری ایک ملت کو انہوں نے آوارہ وطن کر دیا، لوگوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر دیا۔ کئی ہزار سال سے تسلیم شدہ ایک تاریخی ملک جس کا نام فلسطین ہے، برطانیہ کی سیاست کی نذر ہو گیا۔ اس علاقے میں دو ہزار سال یا دو ہزار سال سے کچھ کم تقریبا اٹھارہ سو سال سے لے کر ادھر برطانیہ نے جو کچھ کیا ہے وہ خالص شر انگیزی اور فتنہ و فساد تھا۔ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد وہ برطانوی عہدیدار[1] یہاں آ کر اپنے بیان میں کہتی ہے کہ ایران علاقے کے لئے خطرہ ہے۔ علاقے کے لئے خطرہ ایران ہے؟ کوئی انتہائی بے شرم آدمی ہوگا جو ہمارے علاقے کے لئے ایک طویل عرصے تک بدبختی اور خطرات و مشکلات پیدا کرنے کے بعد آ کر ہمارے مظلوم وطن عزیز پر اس طرح الزام عائد کرے گا۔ یہ انگریز اسی قماش کے افراد ہیں۔

جب سے اس علاقے میں اسلامی بیداری کے آثار نمایاں ہوئے ہیں، اس وقت سے تفرقہ انگیزی کی کوششیں بھی تیز ہو گئی ہیں۔ انگریز تفرقے کو قوموں پر مسلط ہو جانے کا موثر حربہ سمجھتے رہے ہیں۔ جیسے ہی محسوس ہوا کہ علاقے میں نئی باتیں، نئے اسلامی افکار، قوموں کی استقامت، قوموں کی انگڑائی و بیداری نظر آنے لگی ہے۔ دشمنوں نے تفرقہ انگیزی کی کوششیں بھی تیز کر دی ہیں۔ جب ایران میں اسلامی نظام

۱۔ برطانوی وزیر اعظم تھیریزا مے کی بحرین میں منعقدہ خلیج فارس تعاون کونسل کی تقریر کی جانب اشارہ ہے۔

اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا، جس نے پرچم اسلام کو لہرایا، جس نے قرآن اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور فخر یہ اعلان کر دیا کہ ہم اسلام پر عمل کریں گے، جس کے پاس طاقت بھی تھی، سیاست بھی تھی، وسائل بھی تھے، فوج اور مسلح فورسز بھی تھیں، جس کے پاس یہ سب کچھ تھا اور اس نے ان سب کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا اور روز بروز ان وسائل میں نیا اضافہ ہونے لگا تو تفرقہ انگیزی کی یہ کوششیں بہت تیز ہو گئیں۔ دشمنوں نے اس اسلامی تحریک اور اسلامی وقار کا مقابلہ کرنے کے لئے اختلافات کی آگ بھڑکانے کی اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ اسلام ان کے لئے خطرہ تھا۔ جو اسلام قوموں کو بیدار کرے وہ ان کے لئے خطرہ ہے۔ اگر اسلام ہے لیکن اس کے پاس نہ حکومت ہے، نہ فوج ہے، نہ سیاسی ادارہ ہے، نہ پیسہ ہے، نہ عظیم مجاہد قوم ہے، تو یہ ایک الگ صورت حال ہے اور جب اسلام کے پاس یہ تمام وسائل ہوں تو بالکل الگ صورت حال ہوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ کے پاس وسیع سرزمین، مجاہد قوم، جوش وجذبے سے بھری ہوئی مومن اور نوجوان افرادی قوت، زیر زمین ذخائر، دنیا کی اوسط سطح سے زیادہ بلند استعداد اور علم وپیشرفت کی جانب مرکوز پیش قدمی ہے۔ یقینا ایسا ایران ان دشمنوں کی نظر میں ایک خطرہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مسلم اقوام کے لئے نمونہ عمل بن جائے گا، اسی وجہ سے وہ اس سے دشمنی کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ اگر وہ کبھی نرمی برتنے کا دعوی کریں تو وہ دعوی جھوٹا ہے، ان کے تمام اقدامات کا باطنی پہلو تشدد آمیز ہے۔ ان چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے، انہیں پہچاننے کی ضرورت ہے۔ جو دشمن اخلاقیات سے اور دین سے بے بہرہ ہے، جس کے پاس انصاف نہیں ہے، جو اپنا ظاہری روپ تو سنوار لیتا ہے لیکن در باطن ایک حقیقی درندہ ہوتا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے قوموں کو ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔

ہماری نظر میں آج سب سے اہم تیاری ہے اتحاد بین المسلمین۔ مسلمان اختلافات پیدا کرنے کی طرف سے بہت ہوشیار رہیں، اس سلسلے میں شیعہ اور سنی فرقوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کو چاہئے کہ اپنے فکری اختلافات کو بے شمار اشتراکات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، نظر انداز کریں اور ان سے چشم پوشی کریں۔ پیغمبر اکرم کا مقدس وجود، تمام مسلم اقوام کی محبت وعقیدت کا محور ومرکز ہے۔ پیغمبر سے سب محبت کرتے ہیں، یہ نقطہ اجتماع ہے، یہی اصلی مرکز ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کی توجہ اور عقیدت کا محور ہے۔ کعبہ شریف کا بھی یہی عالم ہے، تو مسلمانوں کے اشتراکات کتنے زیادہ ہیں؟! مسلمانوں کو چاہئے کہ ان اشتراکات پر توجہ دیں، علاقے میں دشمنوں کے آلہ کاروں اور استکبار کے مہروں کو پہچانیں۔ افسوس کا مقام

ہے کہ یہ کھلا ہوا دشمن آ کر ہم سے کہتا ہے کہ تم لوگ آپس میں دشمن ہو، فلاں ملک تمہارے لئے خطرہ ہے۔ یعنی تم ان کے دشمن ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں۔ جو اس طرح کی باتیں کر رہا ہے وہ تو دشمن ہے، ظاہر ہے وہ یہی کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں، جو اسلامی شکل و شمائل کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی کہتے ہیں اور اسلام کے نام پر حکومت کر رہے ہیں وہ اس عہدیدار کی بات کیوں قبول کرتے ہیں؟ اس کی بات کی تصدیق کیوں کرتے ہیں؟ آخر علاقے کی بعض حکومتوں کی روش اسلام کے صریحی دشمنوں اور امت اسلامیہ کے صریحی دشمنوں کی پیروی کی روش کیوں رہے؟

میں اپنی قوم سے، عزیز ملت ایران سے یہ عرض کروں گا کہ واقعی اسلامی جمہوری نظام کی تشکیل کے بعد کے ان برسوں میں، اسی طرح اس جد و جہد کے زمانے میں جو آخرکار اسلامی جمہوری نظام کی تشکیل اور اسلامی انقلاب کی کامیابی پر منتج ہوئی، یہ قوم امتحانوں سے سرخرو ہو کر باہر نکلی ہے۔ عوام کو چاہئے کہ اس راستے کو جو ہمارے عظیم قائد امام خمینی کا راستہ ہے اور انقلاب کا راستہ ہے، ہرگز ترک نہ کریں، اسی راستے پر گامزن رہیں۔ دنیاوی وقار اور آخرت میں عزت کا یہی راستہ ہے، قرآن و عترت سے تمسک کا راستہ، احکام الٰہیہ سے تمسک کا راستہ، دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدمی سے ڈٹ جانے کا راستہ، حقیقت کو برملا بیان کرنے میں کسی رواداری اور تکلف میں نہ پڑنے کا راستہ، حقیقت کے دفاع کا راستہ، یہ وہ راستہ ہے جس پر ہماری قوم چلتی رہی، بحمد اللہ اب تک وہ اسی راستے پر رواں دواں رہی ہے، ملک کے عہدیداران کے پیچھے اسی سمت میں گامزن رہی ہے اور اس نے یہ پر افتخار راستہ اب تک طے کیا ہے، اگر قوم اسی راستے پر آئندہ بھی چلتی رہی اور یہ جد و جہد اسی طرح جاری رہی تو اس قوم کی دنیا و آخرت سنور جائے گی اور دنیا کے دوسرے مسلمان بھی اس سے مستفید ہوں گے۔ ہم تمام مسلمان حکومتوں اور مسلم ممالک کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی دعوت دیتے ہیں اور یہ دعوت سب کے فائدے میں ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم تمام امت اسلامیہ، تمام اسلامی ممالک اور تمام اسلامی اقوام پر خیر و رحمت و برکت نازل فرمائے اور اس علاقے کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

والسّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایران کا اسلامی انقلاب فلسطین کا حامی[۱]

ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد سامراج نے نئے منصوبے بنائے تاکہ یہ ظاہر کر سکیں کہ یہ انقلاب شیعی انقلاب ہے جبکہ اسلامی انقلاب اسلام کا انقلاب ہے، قرآن کا انقلاب ہے، اسلام کا پرچم لہرانا ہے۔ اسلامی انقلاب کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ اسلامی اقدار، توحید، احکام الٰہی اور اسلام کے روحانی اقدار سے دنیا کو آشنا کر رہا ہے اور کامیاب بھی ہے۔ تمام تر دشمنیوں کے باوجود ہم کامیاب ہوئے ہیں، انقلاب اسلامی نے مسلمانوں میں اسلامی عزت و وقار اور فخر کے جذبات کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ سامراج اس کا مخالف ہے اس کا دشمن ہے ورنہ اگر ہمارا انقلاب ایک شیعی انقلاب ہوتا اور ہم عالم اسلام سے الگ ہو جاتے اور اس سے کوئی سروکار نہ رکھتے تو سامراج بھی ہم سے کوئی سروکار نہ رکھتا اور نہ انقلاب سے دشمنی کرتا لیکن اس نے دیکھا کہ یہ انقلاب اسلامی انقلاب ہے۔

فلسطین کا سب سے مضبوط و مستحکم دفاع اسلامی انقلاب نے کیا، کسی فرد نے، کسی ملک نے، کسی قوم نے، کسی حکومت نے فلسطینیوں کی جدوجہد اور ان کی تحریک انتفاضہ کی ایران کی ملت و حکومت اور اسلامی نظام کی طرح حمایت نہیں کی۔ مادی امداد، اخلاقی امداد، ہم سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ جس وقت سابق سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا یہ تمام اسلامی حکومتیں جو اس علاقے میں موجود تھیں مختلف تحفظات کی بنا پر خاموش رہیں لیکن امام خمینی(رہ) نے صریحاً روسیوں سے کہا کہ تمہیں افغانستان سے نکلنا ہوگا۔

۱۔ علماء شیعہ و سنی سے خطاب، جنوری ۲۰۰۷ء

فلسطین کی اصلی داستان کیا ہے؟[۱]

اصلی داستاں یہ ہے کہ دنیا میں یہودیوں کا ایک با اثر گروہ یہودیوں کے لئے ایک مستقل ملک کی داغ بیل اور بنیاد ڈالنے کی فکر میں تھا۔ان کی اس فکر سے برطانیہ نے اپنی مشکل حل کرنے کے لئے استفادہ کیا۔البتہ یہودی پہلے یوگنڈا جانے اور اس کو اپنا ملک بنانے کی فکر میں تھے۔کچھ عرصہ لیبیا کے شہر طرابلس جانے کی فکر میں رہے طرابلس اس دور میں اٹلی کے قبضہ میں تھا۔اٹلی کی حکومت سے گفتگو کی لیکن اٹلی والوں نے یہودیوں کو منفی جواب دیا۔آخر کار حکومت برطانیہ کے ساتھ یہودی مل گئے۔اس دور میں مشرق وسطی میں برطانیہ کے اہم استعماری مقاصد تھے اس نے کہا ٹھیک ہے یہودی اس علاقہ میں آئیں؛ اور ابتداء میں ایک اقلیت کے عنوان سے وارد ہوں پھر آہستہ آہستہ اپنی تعداد میں اضافہ کریں۔اور مشرق وسطی میں فلسطین کے حساس علاقہ پر اپنا قبضہ جما کر حکومت قائم کرلیں اور برطانیہ کے اتحاد کا حصہ بن جائیں اور اس علاقہ میں عالم اسلام خصوصا عرب ممالک کو متحد نہ ہونے دیں۔وہ دشمن جس کی باہر سے اس قدر حمایت کی جاتی ہے، وہ مختلف طریقوں اور جاسوسی ہتھکنڈوں کے ذریعہ اختلاف پیدا کر سکتا ہے؛ اور آخر اس نے یہی کام کیا: ایک ملک کے قریب ہو جاتا ہے دوسرے پر حملہ کرتا ہے ایک کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے دوسرے کے ساتھ نرمی کرتا ہے،اسرائیل کو پہلے برطانیہ اور بعض دوسرے مغربی ممالک کی مدد حاصل رہی۔ پھر اسرائیل آہستہ آہستہ برطانیہ سے الگ ہوگیا اور امریکہ کے ساتھ مل گیا؛ امریکہ نے بھی آج تک اسرائیل کو اپنے پروں کے سائے میں رکھا ہوا ہے۔یہودیوں نے اس طرح اپنے ملک کو وجود بخشا کہ دوسری جگہوں سے آکر فلسطینیوں کے ملک پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے اس طرح قبضہ کیا کہ پہلے جنگ نہیں کی بلکہ مکرو فریب اور حیلہ کا راستہ اختیار کیا؛ بڑے بڑے فلسطینیوں کی بڑی بڑی اور سرسبز وشاداب زرعی زمینوں کو دگنی قیمت دیکر خریدا جن پر مسلمان کسان کام کرتے تھے ان زمینوں کے مالک یورپ اور امریکہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے بھی خدا خدا کرکے زمینوں کو یہودیوں کے حوالے کردیا۔زمینوں کی فروخت میں بڑے بڑے دلال شامل تھے جن میں سید ضیاء بھی تھا جس کے بارے میں معروف ہے کہ وہ رضا خان کے ساتھ ۱۲۹۹ھ ش کی سازش میں شریک تھا۔یہاں سے فلسطین جاتا اور وہاں دلالی کرتا تھا فلسطینی مسلمانوں سے

۱۔ تہران میں نماز جمعہ کے خطبے، ۱۰/۱۰/۷۸ ۱۳۔

یہودیوں کے لئے زمینیں خریدتا تھا! یہودیوں نے زمینیں خریدیں؛ زمینیں جب ان کی ملکیت بن گئیں، تو انہوں نے پھر بڑی بے دردی، بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ کسانوں سے وہ زمینیں خالی کرانا شروع کر دیا۔ بعض جگہ فلسطینیوں کو مارتے تھے، قتل کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مکر وفریب اور جھوٹ کے ذریعہ عالمی رائے عامہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا کرتے تھے۔

یہودیوں کے فلسطین پر قبضہ کے تین مرحلے ہیں؛ پہلا مرحلہ عربوں کے ساتھ قساوت اور سنگدلی پر مبنی ہے۔ زمینوں کے اصلی مالکوں کے ساتھ ان کا برتاؤ بہت سخت اور شدید تھا ان کے ساتھ کبھی بھی رحم کو روا نہیں رکھتے تھے۔

دوسرا مرحلہ عالمی رائے عامہ کے ساتھ جھوٹ اور مکر وفریب پر مبنی ہے۔ عالمی رائے عامہ کو فریب دینا ان کی عجیب وغریب باتوں میں شامل ہے۔ انہوں نے صہیونی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ فلسطین آنے سے قبل و بعد اس قدر جھوٹ بولا کہ ان کے جھوٹ کی بنیاد پر بعض یہودی سرمایہ داروں کو پکڑ لیا! اور بہت سے لوگوں نے ان کے جھوٹ پر یقین کر لیا؛ یہاں تک کہ فرانس کے رائٹر وسماجی، فلسفی جان پل سیٹر، کو بھی انہوں نے فریب دیدیا۔ اسی جان پل سیٹر نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا میں نے ۳۰ سال پہلے مطالعہ کیا تھا اس نے لکھا تھا " بغیر سرزمین کے لوگ اور بغیر لوگوں کے سرزمین " یعنی یہودی وہ لوگ ہیں جن کے پاس سرزمین نہیں تھی وہ فلسطین آئے جہاں سرزمین تھی لیکن لوگ نہیں تھے! یعنی کیا فلسطین میں لوگ نہیں تھے؟ ایک قوم وہاں آباد تھی کام کاج میں مشغول تھی؛ بہت سے شواہد موجود ہیں۔ ایک غیر ملکی رائٹر لکھتا ہے کہ فلسطین کی تمام سرزمین پر زراعت ہوتی تھی یہ سرزمین تا حد نظر سرسبز وشاداب تھی بغیر لوگوں کے سرزمین کا مطلب کیا؟! دنیا میں یہودیوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ فلسطین ایک ویران جگہ تھی؛ ہم نے آکر اس کو آباد کیا! رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ!

وہ ہمیشہ اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرنے کی کوشش کرتے تھے؛ اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں! امریکی جرائد مانند ٹائم اور نیوزویک کا کبھی مطالعہ کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اگر ایک یہودی خاندان کسی معمولی حادثہ کا شکار ہو جائے تو اس کا بڑا فوٹو، ہلاک ہونے والے کی عمر اور اس کے بچوں کی مظلومیت کو بہت بڑا بنا کر پیش کرتے ہیں؛ لیکن یہی جرائد مقبوضہ فلسطین میں اسرائیل کی طرف سے فلسطینی جوانوں، عورتوں، بچوں پر

ہونے والے سینکڑوں اور ہزاروں مظالم، قساوت اور سنگدلی کے واقعات کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں کرتے ہیں !

تیسرا مرحلہ سازش اور کھوکھلے مذاکرات پر مبنی ہے اور ان کے قول کے مطابق لابی ہے، اس حکومت کے ساتھ، اس شخصیت کے ساتھ، اس سیاستداں کے ساتھ، اس روشن خیال کے ساتھ، اس رائٹر کے ساتھ، اس شاعر کے ساتھ بیٹھو گفتگو کرو! ان کے ملک کا کام اب تک مکر وفریب کے ذریعہ ان تین مرحلوں پر چل رہا ہے۔

اس دور میں بیرونی طاقتیں بھی ان کے ساتھ تھیں؛ جن میں سرفہرست برطانیہ تھا۔ اقوام متحدہ اور اس سے پہلے عالمی معاشرہ «جو جنگ کے بعد صلح کے معاملات کے لئے تشکیل دیا گیا تھا» بھی ہمیشہ اسرائیل کی حمایت کرتا رہا؛ اور اسی سال ۱۹۴۸ء میں جامعہ ملل نے ایک قرارداد منظور کی جس میں فلسطین کو بغیر کسی دلیل اور علت کے تقسیم کر دیا؛ اس قرارداد میں ۵۷ فیصد اراضی کو یہودیوں کی ملکیت قرار دیدیا؛ جبکہ اس سے قبل صرف ۵ فیصد فلسطین کی اراضی یہودیوں سے متعلق تھی؛ انہوں نے حکومت تشکیل دی اور اس کے بعد مختلف مسائل رونما ہوئے جن میں فلسطینی دیہاتوں پر حملہ، شہروں پر حملہ، فلسطینیوں کے گھروں اور بے گناہ لوگوں پر حملوں کا سلسلہ شروع ہوگیا؛ البتہ عرب حکومتوں نے بھی اس سلسلے میں کافی کوتاہیاں کی ہیں۔ کئی جنگیں ہوئیں اور ۱۹۶۷ کی جنگ میں اسرائیل نے امریکہ اور بعض مغربی ممالک کی مدد سے مصر، اردن اور شام کی کچھ سرزمینوں پر بھی قبضہ کرلیا اور ۱۹۷۳ء کی جنگ میں بھی اسرائیلیوں نے مغربی طاقتوں کی مدد سے جنگ کا نتیجہ اپنے حق میں کرلیا اور عربوں کی مزید سرزمین پر اپنا قبضہ جمالیا۔

مسئلہ فلسطین کی اہمیت[۱]

البتہ آج بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین پر کیوں بحث کرتے ہیں؛ یہ مسئلہ ختم ہو گیا ہے ! میں عرض کرتا ہوں کہ مسئلہ فلسطین کسی صورت میں ختم نہیں ہوا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ یہ تصور کریں کہ فلسطین کے اصلی مالک فلسطینی ہمیشہ اپنی اولاد کے ہمراہ اپنی سرزمین سے باہر رہیں گے ؛ یا جو فلسطینی مقبوضہ سرزمین میں ہیں وہ ہمیشہ دبی ہوئی اقلیت کی صورت میں زندگی بسر کریں گے اور غیر ملکی غاصب وہاں ہمیشہ رہیں گے ؛ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ وہ ممالک جو سو سال تک دوسرے ملک کے تصرف میں رہے ہیں انہیں دوبارہ استقلال مل گیا یہی قزاقستان، جارجیااور مرکزی ایشیائی ممالک جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں ان میں بعض سوویت یونین اور بعض سویت یونین سے پہلے روس کے قبضے میں تھے جب سویت یونین کا وجود ہی نہیں تھا لیکن ان کو استقلال مل گیا اور وہ اپنے عوام کو مل گئے لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ فلسطین فلسطینیوں کو نہ ملے، یہ کام ضرور ہوگا اور انشاء اللہ ضرور ہو کر رہے گا۔ فلسطین فلسطینی عوام کو مل کر رہے گا لہٰذا مسئلہ ختم نہیں ہوا بلکہ اس قسم کا تصور غلط ہے۔

آج صہیونیوں اور ان کے حامیوں (امریکہ ان کا سب سے بڑا اور اہم حامی ہے) کا مکر وفریب یہ ہے کہ وہ صلح کے خوبصورت اور حسین نام سے استفادہ کرتے ہیں: صلح کیجئے؛ یہ کیسی باتیں ہیں؟ جی ہاں، صلح ایک اچھی چیز ہے؛ لیکن صلح کہاں اور کس سے؟! کوئی شخص آپ کے گھر میں داخل ہو جائے، طاقت کے زور پر آپ کا دروازہ توڑ دے اور آپ کو مارے پیٹے، آپ کے بال بچوں کی توہین کرے اور آپ کے گھر کے تین کمروں میں سے ڈھائی کمروں پر وہ اپنا قبضہ کرکے بیٹھ جائے؛ اور پھر یہ کہے کہ کیوں ادھر ادھر اس کی شکایت کرتے ہو اور مسلسل لڑائی جھگڑا کرتے ہو؛ آؤ ہم صلح کرلیں؛ کیا یہ صلح ہوگی؟ یہ صلح ہے کہ آپ کو آپ کے گھر سے باہر نکال دیا جائے؛ اور اگر آپ گھر پر قبضہ کرنے والے کے خلاف قیام کریں تو اس وقت دشمن کے حامی آئیں اور صلح کرائیں جبکہ غاصب دشمن آپ کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے؛ اس نے آپ کے خلاف ہر ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ آج بھی اسرائیلی حکومت تقریباً روزانہ جنوبی لبنان پر حملہ کرتی ہے؛ مجاہدوں پر حملہ نہیں؛ بلکہ جنوبی لبنان کے دیہاتوں پر، جنوبی لبنان کے مدرسوں پر؛ ابھی کچھ دن قبل اسرائیل نے جنوبی

۱۔ تہران میں نماز جمعہ کے خطبے، ۱۳۷۸/۱۰/۱۰۔

لبنان کے ایک مدرسے پر حملہ کرکے کچھ بچوں کو قتل کر دیا ہے! بچوں نے تو کوئی حملہ نہیں کیا تھا، بچوں نے تو ہاتھوں میں اسلحہ نہیں لے رکھا تھا؛ اسرائیل کی ماہیت میں حملہ اور تشدد کا عنصر ہے؛ جب صہیونیوں نے لبنان پر حملہ کیا، تو ڈیر یاسین اور باقی جگہوں کے لوگوں نے تو ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا تھا؛ لیکن صہیونیوں نے ان کا بھی قتل عام کیا؛ البتہ عربوں کے کچھ باغیرت جوان ان کے ساتھ اس بات پر لڑ رہے تھے اور یہی کہتے تھے کہ کیوں تم ہمارے گھر میں داخل ہوئے ہو اور لوگوں کا قتل کر رہے ہو؛ وہ لوگ جو صہیونیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے تھے وہ دیہاتی لوگ تھے جنہیں اسرائیل قتل عام کرکے ان کے گھروں سے نکال رہا تھا۔ دیہاتیوں نے تو کوئی کام نہیں کیا تھا؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ اسرائیلی حکومت کی ماہیت اور طبیعت میں حملہ، خونخواری اور تشدد موجود ہے۔

اسرائیلی حکومت کی بنیاد اور داغ بیل تشدد، قساوت اور طاقت کے زور پر ڈالی گئی ہے اور اسی بنیاد پر وہ آگے بڑھ رہی ہے اور اس کے بغیر اس کی پیشرفت ممکن نہیں تھی اور آئندہ بھی ممکن نہیں ہوگی۔ کہتے ہیں کہ اس حکومت کے ساتھ صلح کریں؟! کیسی صلح؟! اگر وہ اپنے حق پر قناعت کریں یعنی وہ گھر جو فلسطین کے نام سے ہے وہ فلسطینی عوام کے حوالے کر دیں اور اپنے کام میں مشغول ہو جائیں؛ یا فلسطینی حکومت سے اجازت لیں اور کہیں کہ ہم میں سے بعض کو یا سب کو یہاں رہنے کی اجازت دے دیں تو کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی؛ جنگ یہ ہے کہ انہوں نے طاقت کے زور پر دوسروں کے گھر پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے؛ انہوں نے گھر والوں کو گھر سے باہر نکال دیا ہے اور اب بھی ان پر ظلم و تشدد کو روا رکھے ہوئے ہیں؛ علاقائی ممالک پر ظلم کرتے ہیں اور سب کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں؛ لہٰذا وہ صلح کو بھی بعد والے حملے کا مقدمہ بنانا چاہتے ہیں! ایسی صلح برقرار ہو جائے تاکہ یہ صلح ان کے آئندہ حملے کے لئے مقدمہ قرار پاسکے۔

مسئلہ فلسطین کا حل[۱]

مسئلہ فلسطین کا راہ حل، جھوٹے اور بے بنیاد طریقوں پر نہیں ہو سکتا بلکہ مسئلہ فلسطین کا راہ حل صرف یہ ہے کہ فلسطین کے حقیقی مالک "نہ باہر سے آنے والے غاصب اور قابض مہاجرین" جو فلسطین کے اندر موجود ہیں اور جو فلسطین کے باہر ہیں وہ اپنے ملک کا حکومتی نظام تشکیل دیں۔ اگر دنیا میں جمہوریت کا دعوی کرنے والوں کی یہ بات درست ہے کہ ہر قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق ہے تو فلسطینی قوم بھی ایک قوم ہے اور اس کو بھی اپنی قسمت کا فیصلہ خود ہی کرنا چاہیے۔ مقبوضہ فلسطین پر آج جو غاصب حکومت قائم ہے اس کا فلسطین کی سرزمین پر کوئی حق نہیں ہے؛ وہ ایک جعلی، جھوٹ پر مبنی اور ظالم طاقتوں کی بنائی ہوئی حکومت ہے؛ لہٰذا فلسطینی عوام سے غاصب حکومت کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر عالم اسلام میں کوئی اس غلطی کا ارتکاب کرے گا اور اس ظالم حکومت کو سرکاری طور پر تسلیم کرے گا تو گویا وہ اپنے لئے ذلت و رسوائی کا سامان فراہم کرے گا اور کام بھی بیہودہ اور بے فائدہ کرے گا؛ کیونکہ یہ حکومت دائمی نہیں ہے۔ صہیونیوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ وہ فلسطین پر قابض ہو گئے ہیں اور فلسطین ہمیشہ کے لئے ان کی ملکیت بن گیا ہے؛ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ فلسطین کا فیصلہ یہ ہے کہ حتمی طور پر ایک دن فلسطینی ملک وجود میں آئے گا۔ فلسطینی عوام نے اس سلسلے میں قیام کیا ہے۔ مسلمان حکومتوں اور عوام کا فرض ہے کہ وہ اس فاصلے کو زیادہ سے زیادہ کم کریں اور ایسا کام کریں کہ فلسطینی عوام اس دن تک جلد پہنچ جائیں۔

۱۔ امام خمینی (رہ) کے حرم میں زائرین کے اجتماع سے خطاب، ۱۴/خرداد ۱۳۸۱۔

مسئلہ فلسطین کا منطقی راہ حل[۱]

مسئلہ فلسطین کا منطقی راہ حل موجود ہے۔ منطقی راہ حل ایک ایسا راہ حل ہے جس کو دنیا کے تمام بیدار ضمیر لوگ قبول کرنے کے لئے مجبور ہیں جو دنیا کے آج کے مفاہیم پر یقین رکھتے ہیں۔اور وہ راہ حل یہ ہے جس کو ڈیڑھ سال پہلے بھی ہم نے پیش کیا تھا اور اسلامی جمہوری حکومت نے بین الاقوامی سطح پر حکومتوں کے ساتھ مذاکرات میں اس حل کو بار بار پیش کیا ہے اور اب بھی ہم اسی کو پیش کریں گے اور اس پر ہم اصرار بھی کریں گے؛ یہ راہ حل خود فلسطینی عوام کے استصواب عامہ (Reffrendom) پر مشتمل ہے؛ وہ فلسطینی جو بے گھر ہوئے ہیں، البتہ وہ لوگ جو اپنے گھر اور اپنے وطن فلسطین میں واپس جانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک منطقی امر ہے۔ جو فلسطینی لبنان، اردن، مصر، کویت اور دوسرے عرب ممالک میں سرگرداں ہیں، یہ لوگ اپنے گھر اپنے وطن فلسطین واپس جائیں؛ جو لوگ جانے کے لئے مائل ہیں؛ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ کسی کو زور زبردستی سے لائیں۔اور وہ لوگ جو ۱۹۴۸ء میں "اسرائیل کی جعلی حکومت کی تشکیل سے قبل فلسطین میں موجود تھے چاہے مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی ہوں ان سے ایک عام ریفرنڈم کرایا جائے اور وہ فلسطین کی سرزمین پر عوامی اور جمہوری حکومت کا نظام عمل میں لائیں؛ یہ جمہوری قدم ہے اگر پوری دنیا کے لئے ڈیموکریسی اچھی ہے تو فلسطینی عوام کے لئے ڈیموکریسی کیوں اچھی نہیں ہے؟! اگر دنیا کے تمام لوگوں کو اپنی قسمت معین کرنے کا حق حاصل ہے، تو پھر فلسطینی عوام کو یہ حق کیوں حاصل نہیں؟! کسی کو بھی اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فلسطین کی موجودہ حکومت کو طاقت اور مکر وفریب کے ذریعہ وجود بخشا گیا ہے اور اس میں کسی کو کوئی تردید نہیں ہے کہ صہیونی صلح آمیز طریقے سے نہیں آئے ہیں؛ بلکہ کچھ مکر وفریب کے ذریعہ اور کچھ طاقت کے ذریعہ آئے ہیں۔اسرائیلی حکومت کا قیام دباؤ کے تحت ہوا ہے۔ بہت خوب، فلسطینی عوام جمع ہوں، ووٹ ڈالیں، فلسطین میں جو حکومت نظام سنبھالے اس کا انتخاب کریں؛ وہ حکومت تشکیل پا جائے،اور پھر وہ حکومت ان لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرے جو ۱۹۴۸ء کے بعد فلسطین میں آئے ہیں۔ فلسطین کی عوامی حکومت ان کے وہاں رہنے کے بارے میں فیصلہ کرے تو وہ وہاں رہیں اور اگر ان کے جانے کے بارے میں فیصلہ کرے تو وہ وہاں سے چلے جائیں۔ یہ عوامی رائے بھی ہے اور

۱۔ تہران میں نماز جمعہ کے خطبوں میں، ۱۳۸۱/۱/۱۶۔

ڈیموکریسی بھی ہے۔اس میں حقوق انسانی بھی ہے اور دنیا کی موجودہ منطق کے مطابق بھی ہے۔ یہ ایک منطقی راہ حل ہے جس کو عملی ہونا چاہیے۔ غاصب اچھی زبان کے ساتھ تو اس منطقی راہ حل کو قبول نہیں کرے گا، اس مقام پر اس معاملے سے منسلک تمام افراد پر لازم ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ عربی اور اسلامی حکومتوں، امت اسلامیہ اور بین الاقوامی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس منطقی راہ حل کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں اور اس منطقی حل کو محقق ہونا چاہیے اور ایسا ہوسکتا ہے؛ بعض لوگ نہ کہیں جناب! یہ خیالی تصورات ہیں، ایسا ممکن نہیں؛ نہیں! ایسا ممکن ہے۔ بحیرہ بالٹیک کے ممالک جو سابق سوویت یونین کے قبضے میں تھے وہ چالیس سال سے زائد عرصے کے بعد آزاد وخود مختار ہو گئے۔ مرکزی ایشیا کے بعض ممالک سابق سویت یونین کی تشکیل سے پہلے سو سال تک روس کے قبضے میں تھے بعد میں مستقل طور پر آزاد ہو گئے؛ اب قزاقستان، جارجیا، آذر بائیجان اور دوسرے ممالک مستقل اور آزاد ہیں۔ پس یہ امر ممکن ہے اور نہ ہونے کی اس میں کوئی بات نہیں ہے صرف اس میں پختہ اور ٹھوس عزم کی ضرورت ہے، اس میں ہمت اور شجاعت کی ضرورت ہے؛ کمر ہمت کون باندھے گا؟ امت اسلامیہ یا اسلامی حکومتیں؟ امت اسلامیہ دلیر ہے اور اس نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہے۔

فلسطینی عوام کی استقامت و پائیداری قابل تعریف ہے[۱]

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے فلسطین اور غزہ میں فلسطینیوں کے قتل اور محاصرے کو امریکہ کی مشرق وسطی کی غلط پالیسی اور آناپولس کی شرمناک کانفرنس کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: اسلامی حکومتوں کو غزہ کا محاصرہ توڑنا چاہیے اور اس سلسلے میں مصری عوام اور حکومت کی اہم ذمہ داری ہے اور تمام مسلمان قومیں اس فریضہ کو انجام دینے میں مصری حکومت اور عوام کی مدد کریں۔

رہبر معظم نے فرمایا: جب تک فلسطین اور غزہ کے عوام آگ اور خون میں غلطاں ہیں اس وقت تک علاقائی ممالک کے امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور غزہ میں موجودہ دردناک شرائط امریکی صدر بش کے علاقہ کے دورے کا نتیجہ ہیں۔

رہبر معظم نے فرمایا: عرب حکومتوں کو ہوشیار رہنا چاہیے تاکہ ان سے یا فلسطین کے دیگر عناصر سے غزہ کے عوام کے خلاف استفادہ نہ کیا جائے اور اگر ایسا ہوا تو یہ بدنما داغ ان کی پیشانی پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے مسئلہ فلسطین کے حل کو صرف مقاومت اور جد و جہد اور پائیداری میں قرار دیتے ہوئے فرمایا: عظیم اقتصادی دباؤ، اسرائیلی فوجی حملے اور قتل و غارت کے باوجود فلسطین اور غزہ کے عوام کی استقامت و پائیداری قابل تعریف ہے اور فلسطینی عوام کو دشمنوں کی سازشوں کے بارے میں بھی ہوشیار رہنا چاہیے جو فلسطینی عوام اور ان کی منتخب حکومت کے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

۱۔ ایرانی فضائیہ سے خطاب، ۲۰۰/۰۲/۰۸۔

عید غدیر کی مناسبت سے خطاب

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے عید غدیر کے موقع پر ہزاروں لوگوں کے اجتماع سے خطاب میں عید کی مبارکباد پیش کی۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ عید غدیر خم کا سب سے بنیادی پیغام اسلام میں امامت کو حکومتی نظام کے طور پر متعارف کرانا ہے۔

۲۰ ستمبر ۲۰۱۶ کو اپنی اس تقریر میں رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے حضرت علی علیہ السلام کی منفرد خصوصیات اور خاص طور پر آپ کے طرز حکمرانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت سے تمسک کا لازمہ انہیں خصوصیات کے راستے پر چلنا اور اس عظیم ہستی کی سفارشات پر عمل کرنا ہے۔

رہبر انقلاب اسلامی نے عید غدیر کے لئے عظیم الہی عید جیسے مختلف عناوین استعمال کئے جانے کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ان اوصاف کے استعمال کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ واقعہ غدیر میں جو بہت اہم چیز رونما ہوئی وہ اسلام میں حکومتی ضابطے کی نشاندہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ضابطہ در حقیقت اسلامی معاشرے میں امامت و ولایت کا نظریہ ہے جس کا اعلان اللہ تعالی کے حکم سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انجام پایا۔

رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ ضابطہ حکومت معین کرنے کے ساتھ ہی حضرت علی علیہ السلام کو امامت کے مصداق کے طور پر متعارف کرایا گیا جو بہت عظیم، نورانی، ملکوتی اور بے عیب شخصیت کے مالک تھے۔

آیت اللہ العظمی خامنہ ای کا کہنا تھا کہ امامت اور اسلامی سماج کی رہبری کے اعتبار سے کوئی بھی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جیسی بلندی پر نہیں ہے اور تاریخ اسلام کی عظیم ترین علمی و عرفانی ہستیاں جیسے ہمارے عظیم قائد (امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ) جو جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے خورشید کے مقابلے میں ایک شعاع کی مانند ہیں۔

آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای نے اسلامی معاشرے میں حضرت علی علیہ السلام کی تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت، دوست و دشمن کی شناخت اور دشمنوں کی درجہ بندی میں بھی بڑی تدبیر سے کام لیتے تھے، چنانچہ دشمنوں سے تین جنگوں میں آپ کا انداز الگ الگ تھا۔

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام جامع الجہات اور ناقابل توصیف شخصیت کے مالک تھے۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ ہمارا فریضہ اس بلند ترین منزل کی جانب پیش قدمی اور اپنی توانائی و ایمان کے مطابق ان اوصاف سے خود کو آراستہ کرنا ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی کے خطاب کا پورا متن پیش خدمت ہے:

بسم الله الرّحمن الرّحيم

و الحمد لله ربّ العالمين و الصّلاة و السّلام على سيّدنا و نبيّنا ابى القاسم المصطفى محمّد و آله الطّيبين الطّاهرين المعصومين سيّما بقية الله فى الارضين.

آپ کو عید کی مبارک باد! اللہ تعالی اس عظیم عید کی برکت سے اور ذکر مولا کی برکت سے آپ کے قلوب کو ہمیشہ اپنے الطاف اور طمانیت و آسودگی سے بہرہ مند رکھے اور یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس مناسبت اور اس جیسی دیگر مناسبتوں سے کما حقہ اور بنحو احسن استفادہ کریں۔ بحمد اللہ ہماری آج کی نشست کا آغاز بہت اچھا رہا؛ بہترین انداز میں تلاوت کلام پاک، جو اشعار یہاں پڑھے گئے، وہ الفاظ کی بندش کے اعتبار سے بھی اور مضمون و مفہوم کے اعتبار سے بھی بہت اچھے تھے۔ آپ کے قلوب مولائے متقیان کے عشق و محبت سے لبریز ہیں، اللہ کا درود و سلام ہو اس ہستی پر۔ یہی عشق، یہی شوق، یہی محبت اور یہی توجہ ان شاء اللہ ہمیں اس سمت میں لے جائے گی جو ہمارے مولا کی مرضی کے مطابق ہے۔

ایک چیز خود غدیر کے تعلق سے ہے۔ بعض جگہوں پر جو کہا گیا ہے کہ عید غدیر «عید الله الاكبر» ہے، یعنی اسے تمام عیدوں سے برتر قرار دیا گیا ہے، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ قرآن کریم میں کچھ آیتیں ایسی ہیں جو واقعہ غدیر کے علاوہ کہیں بھی منطبق نہیں ہوتیں۔ یہی معروف آیہ کریمہ: «اليَومَ يَئِسَ الَّذينَ كَفَروا مِن دينِكُم فَلا تَخشَوهُم وَ اخشَونِ اَليَومَ اَكمَلتُ لَكُم دينَكُم وَ اَتمَمتُ عَلَيكُم

نِعمَتی وَرَضیتُ لَکُمُ الاِسلامَ دیناً»[1] جو سورہ مائدہ کی شروعاتی آیتوں میں ہے، واقعہ غدیر سے سے کم اہمیت و منزلت والے کسی واقعے پر قابل انطباق نہیں ہے۔ اسی انداز کا واقعہ ہی اس فقرے کا مصداق ہو سکتا ہے: «الیَومَ یَئِسَ الَّذینَ کَفَروا مِن دینِکُم»۔ جن لوگوں نے ان آیتوں کے مضمون سے اختلاف کیا ہے، کچھ باتیں بیان کی ہیں، کچھ چیزیں پیش کی ہیں، جو مخالفین ہیں، جو لوگ واقعہ غدیر کو نہیں مانتے انہوں نے اس آیہ کریمہ کی کسی اور انداز سے تاویل پیش کی ہے، لیکن آیت کا یہ ٹکڑا قابل تاویل نہیں ہے۔ آج کا دن وہ دن ہے جب کفار آپ کے دین سے مایوس ہو گئے۔ آخر اس دین میں ایسا کون سا اضافہ ہوا ہے جس نے انہیں مایوس کر دیا؟

سورہ مائدہ کی اس آیہ کریمہ کے اس فقرے سے قبل اور بعد میں جو احکام ہیں ان کی کیا اہمیت ہے؟ یہ جملہ نماز کے بارے میں نہیں استعمال ہوا، زکات کے بارے میں نہیں استعمال ہوا، جہاد کے بارے میں نہیں استعمال ہوا، کسی بھی دوسرے فروعی حکم کے لئے استعمال نہیں ہوا کہ «اَلیَومَ یَئِسَ الَّذینَ کَفَروا مِن دینِکُم»، لہٰذا ظاہر ہے کہ یہاں مسئلہ کچھ مختلف ہے۔ فروعات سے الگ کوئی مسئلہ ہے۔ وہ مسئلہ کیا ہے؟ یہ اسلامی معاشرے کی رہبری کا مسئلہ ہے، یہ اسلامی معاشرے میں امامت اور نظام حکومت کا معاملہ ہے۔ ممکن ہے اس کی خلاف ورزی کی جائے، چنانچہ بنی امیہ، بنی عباس اور اسی طرح دوسروں نے امامت و خلافت کے نام پر بادشاہت کی اور اپنی سلطنت قائم کی، مگر اس سے فلسفہ غدیر پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔

غدیر میں جس چیز کا تعین ہوا ہے وہ ایک ضابطہ ہے، ایک قاعدہ ہے۔ وہاں اسلام کا ایک قاعدہ بنا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری مہینوں میں یہ ضابطہ وضع کیا، وہ ضابطہ کیا ہے؟ یہ ضابطہ امامت ہے، ضابطہ ولایت ہے۔ انسانی معاشروں میں قدیم ایام سے حکومتیں بنتی رہی ہیں اور بشریت نے انواع واقسام کی حکومتوں کا مشاہدہ اور تجربہ کیا۔ اسلام ان حکومتوں کو، اقتدار کی ان شکلوں کو اور طاقت بڑھا لینے کے ان طریقوں کو قبول نہیں کرتا۔ اسلام امامت کو مانتا ہے۔ یہ اسلام کا قاعدہ ہے اور واقعہ غدیر اسی چیز کو بیان کرتا ہے۔ اس کا مصداق بھی واضح ہے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام وہ ہستی ہیں جن کی

۱۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳ کا ایک حصہ «...آج کفار تمہارے دین کی جانب سے مایوس ہو گئے۔ تو ان سے ڈرو نہیں بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کے طور پر پسند کیا۔»۔

شخصیت کے اندر یا قرآنی مفاہیم و معارف کا نمائندہ ہونے کی آپ کی حیثیت کے اندر، نہ اس زمانے میں اور نہ بعد کے ادوار میں، کوئی بھی شخص کوئی معمولی سی بھی خامی تلاش نہیں کر سکا۔ بے شک آپ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دی گئیں، مگر دینے والے تو اللہ کو بھی گالیاں دیتے، ہیں، نعوذ باللہ پیغمبر اکرم کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں، تو فحش کلامی کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ جب بھی کوئی انسان بغور جائزہ لے، تعصب اور جذباتیت سے، ایک حد تک ہی سہی، بالاتر ہو کر سوچے تو ہرگز اس عظیم نورانی پیکر، ملکوتی ہستی میں کم ترین سطح کی بھی خامی تلاش نہیں کر سکتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امامت کا مصداق معین فرمایا۔ یہ ایک قاعدہ بن گیا۔ اب رہتی دنیا تک جہاں بھی مسلمانوں کو ہدایت و توفیق ملی اور انہوں نے اسلام کو نافذ کرنے کا حوصلہ پیدا کر لیا اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کا تہیہ کر لیا تو ان کے سامنے قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے؛ انہیں چاہئے کہ امامت کا احیاء کریں۔ البتہ کوئی بھی مصداق بلندی میں اس مصداق کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا جس کا تعین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اس سے کمتر نمونے کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ہماری بڑی سے بڑی علمی، روحانی و عرفانی ہستیاں اور سیر و سلوک و عرفان کی وادیوں کی سرکردہ شخصیات بھی امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے کوئیں کی تہہ میں نظر آنے والی نور کی پرتو کی مانند ہیں جن سے مختصر روشنی انسان کو مل جاتی ہے۔ اب اس مختصر روشنی کا موازنہ آپ خورشید سے کیجئے۔ جی ہاں، یہی صورت حال ہے، بے شک شعاع تو وہی ہے لیکن فاصلہ کتنا زیادہ ہے؟! فرق کتنا زیادہ ہے؟ ہماری عظیم ترین ہستیاں بھی جیسے ہمارے قائد بزرگوار امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ واقعی ایک عظیم، باعظمت، کامل اور جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے اور ہر لحاظ سے بڑی ممتاز اور نمایاں ہستی کا درجہ رکھتے تھے۔ اب اگر ہم ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے رکھیں تو موازنے کی یہی صورت ہوگی جو ہم نے عرض کی، یعنی یہ موازنہ خورشید کی درخشش کا موازنہ کنویں کی تہہ میں نظر آنے والی پرتو سے کرنے کے مترادف ہوگا۔ فاصلہ اس قدر زیادہ ہے۔ یہ فاصلے ہیں مگر ضابطہ یہی ہے، ضابطہ امامت ہے۔ اسلامی معاشرے میں حکومت و اقتدار کا ضابطہ غدیر میں معین کر دیا گیا اور اس کی داغ بیل رکھ دی گئی۔ یہ ہے غدیر کی اہمیت۔ غدیر کی اہمیت صرف اتنی نہیں ہے کہ وہاں امیر المومنین کا تعین عمل میں آیا۔ یہ بھی بہت اہم ہے، تاہم اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ضابطے اور قاعدے کا تعین کر دیا گیا۔ زر و زور کی حکومت بے معنی ہے، اشرافیہ کی حکمرانی بے

معنی ہوتی ہے، عوام پر تکبر سے کی جانے والی حکومت بے معنی ہے، ایسی حکومت بے معنی ہے جو صرف اپنے لئے مال و اسباب جمع کرنے، توسیع پسندی اور امتیازی سہولتیں حاصل کرنے کے لئے ہو۔ خواہشات پوری کرنے کے لئے کی جانے والی حکومت بے معنی ہے۔ واضح ہو گیا کہ اسلام میں ضابطہ یہ ہے۔ یہ ضابطہ غدیر میں وضع کیا گیا۔ جب یہ ضابطہ طے ہو گیا تو «یَئِسَ الَّذینَ کَفَروا مِن دینِکُم» دین کو اس کے صحیح راستے سے منحرف کر دینے کے اپنے مقصد کی طرف سے دشمن مایوس ہو گئے۔ اس لئے کہ دین کی سمت و جہت تب تبدیل ہوتی ہے جب اس کا بنیادی جوہر بدل جائے، اصلی محور میں تبدیلی آ جائے۔ یعنی اقتدار کا محور، انتظامی سرگرمیوں کا مرکز، سربراہی کا مرکز اگر بدل گیا تو سب کچھ دگرگوں ہو جائے گا۔ عملی حقائق میں تبدیلیاں ہوتی ہیں اور بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا اسلام کے نام پر اقتدار میں آتے ہیں، حجاج ابن یوسف کو بھی اقتدار مل جاتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس اصلی ضابطے کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ آج اگر عالم اسلام میں کچھ لوگ، ایسے لوگ جو اسلامی معارف سے آشنا ہیں، قرآن سے رجوع کریں، ان ضوابط کا جائزہ لیں جو قرآن میں اللہ کی بندگی کے لئے، اللہ کے بندوں یعنی اقوام کا راستہ معین کرنے کے لئے اور زندگی بسر کرنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں تو امیر المومنین اور آپ کے جانشینوں کی امامت کے علاوہ کسی اور نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ یہ ہمارا دعوی ہے اور ہم اپنے اس دعوے کو پوری طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ عالم اسلام کا کوئی بھی شخص، مفکرین، دانشور، صاحب عقیدہ افراد، وہ لوگ جو کسی اور عقیدے کے ساتھ بڑے ہوئے ہیں، اگر قرآن کو، قرآنی اقدار کو اور قرآنی ضوابط کو انسانی معاشرے کی زندگی کے لئے بنیاد و معیار بنائیں تو وہ اس کے علاوہ کسی اور نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام جیسی ہستی کو اسلامی معاشرے پر حکومت کرنا چاہئے۔ یعنی طریقہ یہی ہے، صحیح راستہ امامت کا راستہ ہے۔ اس کا تعلق غدیر سے ہے۔

غدیر کی اس غیر معمولی اہمیت کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر اس دوسری آیہ شریفہ کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں آتا ہے: «یاَیُّهَا الرَّسولُ بَلِّغ مآ اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَبِّکَ وَ اِن لَم تَفعَل فَما بَلَّغتَ رِسالَتَه»[1] ارشاد ہوتا ہے کہ اگر آپ نے اس حکم کو نہ پہنچایا تو گویا پیغام رسالت ہی نہیں پہنچایا۔

---

۱. سورہ مائدہ، آیت نمبر ۶۷ کا ایک حصہ «اے پیغمبر تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر جو نازل ہو چکا ہے، اسے پہنچا دو اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو گویا تم نے اس کا پیغام رسالت ہی نہیں پہنچایا ہے۔»

پہنچایا۔ پیغمبر اکرم ۲۳ سال سے جانفشانی کر رہے ہیں، وہ مکّہ کی جدوجہد، وہ مدینے کی جدوجہد، وہ جنگیں، وہ قربانیاں، وہ ایثار، وہ سختیوں کا سامنا، بشریت کی ہدایت کا وہ عظیم کام جو پیغمبر اسلام نے انجام دیا۔ اس مدت میں یہ سارے کام انجام دئے گئے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون سا واقعہ ہے، یہ کون سا فریضہ ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو گویا کچھ بھی انجام نہیں دیا گیا ہے۔ «وَ اِن لَم تَفعَل فَما بَلَّغتَ رِسالَتَه» یہ ہرگز فروع دین کا معاملہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے بالاتر معاملہ ہے۔ وہ مسئلہ کیا ہے؟ امامت ہے۔ سب سے پہلا امام کون ہے؟ خود پیغمبر ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے منیٰ میں فرمایا؛ اِنَّ رَسولَ اللهِ کانَ هُوَ الاِمام؛ پیغمبر پہلے امام ہیں «ثُمَّ مِن بَعدِهِ عَلیٌّ بنِ اَبی طالِب» پھر علی ابن ابی طالب اور دیگر ائمہ علیہم السلام ہیں[1]۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت ابراہیم کا بڑا امتحان لیا اور جب آپ نے وہ تمام سخت مراحل کامیابی سے پورے کر لئے؛ نوجوانی میں آگ میں ڈالے گئے، اس کے بعد بابل گئے اور وہاں جن علاقوں میں رہے بے پناہ مشقتیں برداشت کیں، صعوبتیں اٹھائیں، بڑھاپے کے سن کو پہنچے تب اللہ تعالی نے فرمایا؛ اِنّی جاعِلُکَ لِلنّاسِ اِماماً[2] اب میں تمہیں امام بنانا چاہتا ہوں۔ اسے اسے کہتے ہیں امامت۔ یہ عقیدہ ہے۔ محکم اور ٹھوس دلائل پر استوار اسلامی عقیدہ۔ ہم تمام عالم اسلام کو دعوت دیتے ہیں اور تمام مفکرین کو دعوت فکر دیتے ہیں، آج عالم اسلام کو جس اتحاد کی سخت ضرورت ہے، قرآن کی آیتوں میں تدبر اور ان حقائق پر غور کرکے اسے باآسانی حاصل کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اہل فکر حضرات ان مسائل پر توجہ دیں۔

البتہ ادھر سے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے جذبات مشتعل نہ کئے جائیں۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تشیع کے اثبات کا بس یہی طریقہ ہے کہ انسان اہل سنت اور دوسرے افراد کے نزدیک جو مقدس افراد ہیں ان کے سلسلے میں مستقل طور پر بدکلامی کرے۔ بالکل نہیں، یہ تو ائمہ علیہم السلام کی سیرت کے خلاف ہے۔ یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ عالم اسلام میں ٹی وی چینل اور ریڈیو نشریات شروع ہو رہی ہیں جو شیعہ کے نام پر اپنا نصب العین یہ بنائے ہوئے ہیں کہ دیگر مسلکوں کی محترم شخصیتوں کی توہین کریں، تو صاف ظاہر ہے کہ

---

۱. کافی، جلد ۴، صفحہ ۴۶۶ (معمولی سے فرق کے ساتھ)۔
۲. سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۲۴ کا ایک حصہ۔

اس کا بجٹ برطانوی خزانے سے مہیا کرایا جا رہا ہے۔ یہ بجٹ برطانیہ فراہم کر رہا ہے، تو یہ برطانوی تشیع ہے۔ کوئی اس خیال میں نہ رہے کہ شیعہ مسلک کی توسیع، شیعہ عقائد کا پرچار اور استحکام اسی بدکلامی اور اسی طرز گفتگو سے ممکن ہو پائے گا۔ جی نہیں، یہ لوگ بالکل برعکس عمل کر رہے ہیں۔ جب آپ نے دوسروں کو برا بھلا کہا تو ان کے گرد تعصب اور اشتعال کا ایک حصار قائم ہو جاتا ہے، جس کے بعد آپ کی حق بات بھی ان کے لئے قابل تحمل نہیں رہتی۔ ہمارے پاس منطقی باتیں بہت ہیں، منطقی پیغام کثرت کے ساتھ موجود ہیں، ایسی باتیں کہ ہر اہل فکر انہیں سننے کے بعد یقینا قبول کرے گا۔ ہمارے پاس اس طرح کی باتیں بہت ہیں۔ یہ باتیں لوگوں تک پہنچایئے۔ یہ باتیں دوسرے فریقوں کے دلوں میں ڈالئے۔ جب آپ نے گالی دینا شروع کر دیا، برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو گویا آپ نے اپنے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی۔ اب آپ کی بات ہرگز سنی نہیں جائے گی۔ اسے دوسرے نہیں سنیں گے۔ بلکہ ایسی صورت میں امریکا، سی آئی اے اور دیگر خفیہ ایجنسیوں سے پیسے لے کر کام کرنے والے خبیث اور پٹھو گروہ جیسے داعش، النصرہ وغیرہ مٹھی بھر غافل، نادان اور سادہ لوح افراد کی مدد سے یہ حالات پیدا کر دیں گے جس کا مشاہدہ آپ نے عراق، شام اور دیگر جگہوں پر کیا۔ یہ دشمن کا مشن ہے۔ دشمن تو موقع کی تاک میں رہتا ہے۔ وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہمارے پاس حرف حق ہے، منطقی پیغام ہے، محکم موقف ہے، اس کا ایک نمونہ یہی ہے جو میں نے ابھی عرض کیا۔ یہ کچھ باتیں غدیر کے تعلق سے تھیں۔

اب حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں کچھ باتیں۔ اسلام پر عقیدہ رکھنے والا مومن انسان ہو، یا کسی بھی دین کا ماننے والا انسان ہو، یا پھر کسی بھی دین کو نہ ماننے والا ملحد شخص ہو، وہ کیسا بھی انسان ہو، ایک انسان ہونے کی حیثیت سے وہ جن صفات اور اقدار کا احترام کرتا ہے وہ سب کے سب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اندر جمع ہیں۔ یعنی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت ایسی شخصیت ہے کہ اگر آپ شیعہ ہیں تب بھی ان کا احترام کریں گے، اگر سنی ہیں تب بھی ان کا احترام کریں گے، مسلمان نہیں ہیں تب بھی اگر آپ اس شخصیت سے واقف ہیں اور ان کے حالات زندگی سے آشنا ہیں تو ان کا احترام کریں گے۔

برسہا برس سے جو اہل سنت افراد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل لکھتے آ رہے ہیں لا تعداد ہیں۔ عیسائی مصنف جارج جرداق نے پانچ جلدوں پر مشتمل وہ کتاب لکھی۔ برسوں پہلے ایک عیسائی

شخص امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں عشق و عقیدت میں ڈوب کر کتاب لکھتا ہے۔ یہی مصنف یہاں میرے پاس آئے اور اپنی کتاب کے بارے میں مجھے بتایا،[۱] کہنے لگے کہ نوجوانی سے ہی مجھے نہج البلاغہ سے آشنائی ہو گئی۔ نہج البلاغہ نے مجھے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت سے روشناس کرایا۔اس طرح انہوں نے یہ کتاب لکھی؛ الامام علی صوت العدالة الانسانيّه۔ جس شخص کا کوئی دین نہ ہو، یعنی کسی بھی دین پر عقیدہ نہ رکھتا ہو، اگر وہ امیر المومنین سے آشنا ہو جاتا ہے تو ان کے سامنے سر تعظیم خم کرتا ہے، اظہار خاکساری کرتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے اندر تین طرح کی صفتیں ہیں: ایک تو روحانی و الوہی صفتیں جن کا ہم کسی بھی طرح ادراک نہیں کر سکتے۔ ایمان، وہ گہرا اور حد درجہ بلند ایمان، سبقت در اسلام، راہ اسلام میں قربانیاں۔ اخلاص؛آپ کے عمل میں سوئی کی نوک کے برابر بھی کوئی غیر الہی جذبہ دخیل نہیں ہے۔ کیا ہم ان چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں؟ مجھ جیسے افراد کے لئے یہ کوائف کیا کسی بھی طرح قابل فہم ہیں؟ ہر کام اللہ کے لئے، رضائے خالق کے لئے، حکم پروردگار پر عمل آوری کے لئے۔ یعنی مکمل اخلاص۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی قدر و منزلت کا ادراک ہمارے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ہم اس کی صحیح طریقے سے تشریح کر سکتے ہیں۔ علم اور اللہ کی معرفت، معرف باللہ۔ ہم اللہ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ ہم جب کہتے ہیں؛ «سُبحانَ رَبِّيَ العَظيمِ وَ بِحَمدِه» تو اس عظمت سے ہم کیا سمجھتے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کا ادراک اس بارے میں کس منزل پر ہوتا ہے؟ اللہ کی معرفت۔ یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی صفات کا ایک سلسلہ ہے جو ہمارے لئے واقعی قابل توصیف نہیں ہے، قابل فہم نہیں ہے۔ اگر کوئی آ کر ہمیں سمجھائے اور اس کی تشریح کرے تب بھی ہم اس کی گہرائی کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ یہ عظمت لامتناہی ہے، اس کے عمق کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تو امیر المومنین علیہ السلام کی صفات کی ایک قسم یہ ہے۔

امیر المومنین کی صفات کی ایک اور قسم نمایاں انسانی اوصاف کی ہے۔ یہ وہی صفات ہیں جنہیں مسلمان، غیر مسلم، عیسائی و غیر عیسائی، دیندار اور بے دین سب پسند کرتے ہیں اور گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ «شجاعت»، «رحمدلی» وہ انسان جو میدان جنگ میں بے جگری سے لڑتا ہے، جب کسی بے

۱۔ ۲۰ مئی ۱۹۹۶۔

سرپرست خاندان کے پاس جاتا ہے تو یتیموں سے گھل مل جاتا ہے۔ خم ہو کر یتیم بچوں کو اپنے دوش پر سوار کرتا ہے، ان کے ساتھ کھیلتا ہے۔ یہ ایسی صفات ہیں کہ ہر کوئی انہیں پسند کرتا ہے خواہ دیندار ہو یا نہ ہو۔ کوئی بھی شخص جب کسی ہستی کی یہ عظمتیں دیکھتا ہے تو خود بخود سر تعظیم خم کر دیتا ہے۔
«ایثار»: ایثار کا مطلب ہے دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا، یعنی قربانی دینا، یعنی ایسے مواقع پر بھی جب آپ حق بجانب ہیں اللہ کے لئے، کسی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ اپنے اس حق سے دست بردار ہو جائیں۔ البتہ جب ذاتی حق کی بات ہو تب۔ خواہ وہ پیسے کا کوئی معاملہ ہو، وقار کا مسئلہ ہو یا کوئی اور حق ہو۔ یہ ہے ایثار کا مطلب۔ امیر المومنین علیہ السلام کی کچھ خصوصیات اس قسم کی بھی ہیں، اگر کوئی انسان ان خصوصیات کو شمار کرنا چاہے تو پوری کتاب تیار ہو جائے گی، ایک طولانی طومار تیار ہو جائے گا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اوصاف کی تیسری قسم حکومتی خصوصیات پر مشتمل ہے جو اسی مسئلہ امامت کا نتیجہ ہے۔ امامت یعنی اس انداز سے حکومت کرنا۔ البتہ اس کے بھی درجات ہیں اور بلند ترین درجہ امیر المومنین علیہ السلام جیسی شخصیت کے اندر نمودار ہوتا ہے۔ کس طرح کی حکومتی خصوصیات؟ جیسے انصاف، مساوات، تمام لوگوں کو یکساں نظر سے دیکھنا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو بھی جو آپ کے معاشرے میں ہیں مگر آپ کے دین پر نہیں ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جب سنا کہ بسر بن ارطاۃ[1] ایک شہر میں داخل ہوا اور مکانات میں درانہ گھس گیا تو آپ بڑے دردناک لہجے میں اپنے خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:
بَلَغَنی اَنَّ الرَّجُلَ مِنهُم لِیَدخُلُ المَرأَةَ المُسلِمَةِ وَ الأُخرَی المُعاهَدَةِ فَیَنتَزِعُ حِجلَها[2]
میں نے سنا ہے کہ ایک ظالم و ستمگر و گستاخ فوجی مسلمان غیر مسلمان خواتین کے گھروں میں داخل ہو گیا، "مُعاہد" یعنی وہ یہود و نصارا جو اسلامی معاشرے میں زندگی بسر کرتے تھے، یہ فوجی گھروں میں داخل ہوتے تھے اور ان کے لباس اور حِجل[3]، دستبند اور پیروں کے زیور چھینتے تھے اور لوٹ لے جاتے تھے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر انسان اس واقعے پر غم و غصے سے مر جائے تو اسے سرزنش نہیں کرنا چاہئے۔ آپ غور کیجئے! اسے کہتے ہیں شخصیت۔ عوام الناس کے لئے ان کی رحمدلی، لوگوں کے لئے ان کی دل سوزی، وہ بھی

۱. معاویہ کی فوج کا ایک کمانڈر جو کچھ عرصے کے لئے بصرہ کا حاکم بنا تھا۔
۲. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷۔
۳. یعنی پایل یا پازیب۔

سارے عوام کے لئے؛ظاہر ہے اسلامی معاشرے میں یہودی و نصرانی وغیرہ بھی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ آپ کی حکومتی خصوصیات ہیں: «عدل»، «انصاف»، «مساوات»۔

اپنی ذات کو دنیا کے لغویات اور اس کے تجملات سے دور رکھنا۔ دنیاوی حکومتوں کی ایک بہت بڑی مصیبت یہی ہے۔ ہم چونکہ ایک مملکت کے سربراہ بن گئے ہیں، ملک کے خزانے ہمارے ہاتھ میں ہیں تو اب ہمارے دل میں لالچ آجاتی ہے۔ یہاں زمین بہت اچھی ہے، یہاں بڑی سہولیات ہیں، اس میں بڑی آمدنی ہے، تواس میں سے ہم بھی اپنا ایک حصہ لگا لیتے ہیں۔ جو لوگ حد درجہ بدبخت، روسیاہ اور قسی القلب ہوتے ہیں وہ سب ہڑپ لیتے ہیں، جیسے رضاخان۔ جن لوگوں میں کسی قدر انصاف ہوتا ہے وہ اس میں سے کچھ حصہ دوسروں کو بھی دے دیتے ہیں۔ عام طور پر اپنے حلقہ بگوش افراد میں تقسیم کرتے ہیں اور کچھ اپنے لئے رکھ لیتے ہیں۔ یہ حکومتوں کی بڑی آفتوں میں سے ایک ہے۔ دنیا کی جمہوری حکومتیں بھی اس میں مبتلا ہیں۔ آپ سنتے ہیں کہ فلاں ملک کے صدر کی بیوی نے سردیوں یا گرمیوں کی چھٹیوں میں فلاں پر کشش آب وہوا والے جزیرے کا سفر کیا اور اتنے ملین ڈالر خرچ کئے! کہاں سے آیا یہ پیسہ ؟ فلاں شاہی خاندان سیر کرنے کی غرض سے فلاں شہر گیا اور اتنے ہوٹل اور اتنے وسائل اس خاندان کے لئے مختص کر دئے گئے تھے۔ دس دن میں، بیس دن میں جو وہاں اس خاندان نے گزارے اتنے ارب ڈالر خرچ ہوئے، خرچہ اربوں ڈالر کے حساب سے ہوتا ہے۔ امامت کی روش والی حکومت ان چیزوں کی مخالف ہے۔ عمومی وسائل کا ذاتی مقاصد کے لئے استعمال اس حکومت میں ممنوع ہوتا ہے، اپنے ذاتی امور میں دنیا سے اجتناب۔

«تدبیر»: اسلامی معاشرے کے لئے تدابیر پر غور کرنا۔ دشمن کو الگ کرنا، دوست کو الگ کرنا، دشمنوں کی درجہ بندی کرنا۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کے دوران تین جنگیں لڑیں۔ دشمنوں کی تین جماعتوں سے آپ نے جنگ کی لیکن یہ جنگیں یکساں نہیں تھیں۔ معاویہ اور شام سے جنگ الگ انداز کی تھی، بصرے سے جنگ کسی اور انداز سے تھی۔ جب حضرت کی جنگ طلحہ اور زبیر سے ہوئی تو اس کا انداز الگ تھا۔ اس جنگ میں آپ زبیر کو بیچ میدان جنگ میں بلاتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں، انہیں نصیحت کرتے ہیں: میرے بھائی ماضی کو یاد رکھو، ہم بہت سی جنگیں شانہ بشانہ لڑ چکے ہیں، ہم نے مل کر کام کیا ہے۔ نصیحت کا اثر بھی ہوا، تاہم زبیر کو جو کرنا چاہئے تھا انہوں نے نہیں کیا۔ انہیں امیرالمومنین علی علیہ السلام سے متصل ہو جانا چاہئے تھا۔ انہوں نے یہ کام نہیں کیا، میدان جنگ

چھوڑ کر چلے گئے۔ تو طلحہ و زبیر سے جنگ کے دوران امیر المومنین علیہ السلام کا انداز اس طرح کا تھا۔ مگر حاکم شام کے ساتھ آپ کا برتاؤ یہ نہیں ہے۔ معاویہ سے حضرت کیا کہیں؟ یہ کہیں کہ ہم اور تم پہلے ایک ساتھ تھے؟ کب ایک ساتھ تھے؟ جنگ بدر میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔ امیر المومنین نے اس کے دادا کو، اس کے ماموں کو، اس کی قوم کے افراد کو اور اس کے رشتہ داروں کو تہہ تیغ کیا۔ ماضی میں کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں رہا۔ معاویہ کے دل میں وہی دشمنی بھری ہوئی ہے اور وہ امیر المومنین سے جنگ کے لئے آیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام دشمنوں کی درجہ بندی کرتے تھے۔

جنگ نہروان میں جہاں دشمنوں کی تعداد دس ہزار تھی، حضرت نے فرمایا کہ ان دس ہزار لوگوں میں سے جو بھی اس پرچم کے نیچے آ جائے، جو میں نے نصب کیا ہے، تو اس سے ہماری کوئی جنگ نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر اس طرف آ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ، انہیں چھوڑ دیا گیا۔ دوست کو پہچاننا، دشمن کو پہچاننا، سارے دشمن ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض سے چشم پوشی کی۔ بعض افراد تھے جنہوں نے شروع میں ہی حضرت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جناب مالک اشتر پاس ہی شمشیر بکف کھڑے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ یا امیر المومنین! اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کی گردن یہیں اڑا دوں جو آپ کی بیعت نہیں کر رہا ہے۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ نہیں، یہ شخص جب نوجوان تھا تب بھی تند مزاج آدمی تھا، بد اخلاق تھا، اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو مزاج کی تندی اور بڑھ گئی ہے۔ اسے جانے دو۔ چھوڑ دیتے تھے اور اس طرح کے لوگ چلے جاتے تھے۔ یہ تدبیریں ہیں۔ بہترین تدبیر یہ ہے کہ جو شخص اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اسے معلوم ہو کہ اس کا سابقہ کس سے ہے اور کس سے اسے کس طرح پیش آنا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی حکومتی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی۔

«سرعت عمل»: کام کو نہ ٹالنا۔ جیسے ہی مشخص ہو جاتا کہ یہ کام انجام دینا ہے فوراً شروع کر دیتے تھے۔

«تشریح و وضاحت»: حقائق کو عوام کے سامنے پوری وضاحت سے بیان کر دیتے تھے۔ آپ نہج البلاغہ کے خطبوں پر غور کیجئے۔ ان میں بہت سی جگہوں پر ان حقائق کی تشریح اور وضاحت ہے جو اس وقت معاشرے میں موجود تھے۔ خواہ وہ حضرت کے خطبات ہوں، یا خطوط ہوں، ظاہر ہے نہج البلاغہ کا ایک حصہ خطبات پر اور ایک حصہ خطوط پر مشتمل ہے۔ یہ خطوط ان لوگوں کو لکھے گئے ہیں جن پر امیر المومنین علیہ

السلام کو کوئی اعتراض کرنا تھا، یا پھر معاویہ وغیرہ جیسے دشمنوں کو لکھے گئے ہیں، یا خود حضرت کے منصوب کردہ افراد ہیں جنہیں امیر المومنین علیہ السلام انتباہ دینا چاہتے ہیں۔ اکثر خطوط ایسے ہیں، بعض خطوط میں سفارشات، فرمان اور دستور العمل ہیں، جیسے کہ میثاق مالک اشتر ہے۔ مولائے متقیان ان سب میں عوام کے لئے وضاحت کرتے ہیں، حقائق کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی روش ہے۔

معاشرے کی ہدایت کرکے اسے تقوی کے راستے پر پہنچانے کا معاملہ؛ امیر المومنین علیہ السلام کے ان خطبات میں بہت کم خطبے ایسے ہیں جن میں تقوی کا حکم نہ دیا گیا ہو؛ اتَّقُوا اللہ، کیونکہ تقوی ہی سب کچھ ہے۔ جب معاشرے میں تقوی کا ماحول پیدا ہو جائے تو معاشرے کی تمام روحانی و مادی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ یہ ہے تقوی۔ البتہ تقوی کے جو صحیح معنی ہیں ان کی رو سے تقوی صرف یہ نہیں ہے کہ انسان نامحرم کو نہ دیکھے، یا دوسرے حرام کام سے دور رہے۔ یہ بھی ہے، یہ بھی تقوی کا جز ہے۔ لیکن تقوی کا دائرہ بہت وسیع تر ہے۔ تقوی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ محتاط رہنا، اپنے حرکات و سکنات پر نظر رکھنا، خود کو راہ مستقیم پر باقی رکھنے کے لئے کوشاں رہنا، یہ ہے تقوی کا اصلی مفہوم۔ اگر معاشرے میں یہ ماحول پیدا ہو جائے تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ امیر المومنین علیہ السلام عوام کو ہمیشہ تقوی کی دعوت دیتے تھے۔

حق پر عمل کرنے کے معاملے میں بے باک تھے۔ کسی رواداری میں نہیں پڑتے تھے۔ انصاف کرنے میں بالکل نڈر تھے۔ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی میں اس طرح کے تکلفات کی گنجائش نہیں تھی۔ وہی انسان جو مالک اشتر سے کہتا ہے کہ بیعت سے انکار کرنے والے اس شخص کو جانے دو، دوسرے موقع پر سخت گیری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، باریکیوں پر نظر رکھتے ہیں، زور دیتے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی صفات کی یہ تیسری قسم حکومتی صفات پر استوار ہے۔ یہ ان ذاتی صفات اور روحانی و الوہی اوصاف سے الگ ہیں جو ہمارے لئے سرے سے قابل ادراک ہی نہیں ہیں، جن کی توصیف سے ہماری زبانیں قاصر ہیں۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کی شخصیت ہے۔ یعنی وہ جامع

الحیثیات شخصیت کہ واقعی؛«تو بزرگی و در آئینۂ کوچک ننمایی»[۱]۔ (تم اتنے بڑے ہو کہ چھوٹے سے آئینے میں نہیں سماتے) ہم ان کمزور و ناتواں آنکھوں سے، اس دید ناقص سے، توہمات سے ڈھکے ان دلوں سے اس عظیم شخصیت کو بخوبی نہیں دیکھ سکتے، لیکن بہر حال ہم اپنی زبان سے ان بزرگوار کی ایک توصیف کرتے ہیں، کچھ چیزیں ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ غدیر میں اسی عظیم ہستی کا تعین ہوا۔

تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ظاہر ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتے، اس طرح عمل نہیں کر سکتے، اس طرح نہیں بن سکتے۔ خود حضرت نے بھی فرمایا ہے: اَلاوَاِنَّکُم لاتَقدِرونَ عَلی ذٰلِكَ[۲] حضرت نے اپنے گورنروں اور عہدیداروں سے فرمایا کہ جس طرح میں عمل کرتا ہوں آپ اس طرح عمل کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ ہمیں اس بلند چوٹی پر اپنی نظریں مرکوز کرنا چاہئے۔ ہم نے بارہا عرض کیا ہے کہ یہ بلند چوٹی ہے۔ آپ سے کہا جائے کہ؛ وہی چوٹی آپ کی منزل ہے۔ اسی چوٹی کی جانب پیش قدمی کیجئے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اسی سمت میں چل پڑیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کے انہیں صفات کو مد نظر رکھیں اور اپنی قوت و توانائی بھر اسی سمت میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں، برعکس سمت میں نہ جائیں۔ ہمارا معاشرہ امیر المومنین علیہ السلام کے زہد و تقوی کی سمت میں آگے بڑھے، امیر المومنین علیہ السلام جیسا زاہد نہ بنے، کیونکہ یہ ہمارے بس میں ہے نہ اس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے، مگر ہمیں اسی سمت میں گامزن ہونا چاہئے۔ یعنی فضول خرچی، زیادہ روی، ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی سے دور رہیں تو اس طرح ہم امیر المومنین علیہ السلام کے شیعہ بن سکیں گے۔

ہمارا عمل دوسروں کو ہمارا معترف بنا دے گا۔ ارشاد ہوتا ہے: کونوا لَنا زَیناً وَ لا تَکونوا عَلَینا شَیناً[۳] ہمارے لئے باعث زینت بنو۔ باعث زینت بنو سے کیا مراد ہے؟ یعنی اس طرح عمل کرو کہ کوئی دیکھے تو برجستہ کہے؛ واہ! امیر المومنین علیہ السلام کے شیعہ کتنے اچھے ہوتے ہیں! اگر کوئی رشوت

---

۱. سعدی، دیوان اشعار؛«پرده بردار که بیگانه خود این روی نبیند / تو بزرگی و در آیینۂ کوچک ننمایی»۔

۲. نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۴۵۔

۳. امالی صدوق، صفحہ ۴۰۰۔

وصول رہا ہے تو وہ باعث زینت نہیں ہے۔ یہ ایک عیب ہے۔ اگر کوئی شخص بیت المال سے زیادہ پیسہ لے رہا ہو تو یہ شیعہ ہونے کی حیثیت سے اس کے لئے عیب ہے۔ اگر کوئی برائیوں سے چشم پوشی کرتا ہے اور معاشرے کو تقوی کی جانب لے جانے کے سلسلے میں کسی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتا تو وہ اسلامی نظام کے لئے اور اسلامی معاشرے کے لئے عیب ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی زندگی میں اسراف کرتا ہے تو وہ بھی عیب ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ہم مبتلا ہو گئے ہیں۔ اسراف میں مبتلا ہو گئے ہیں، زیادہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہم کئی سال سے اس بارے میں مسلسل نصیحت کرتے آ رہے ہیں؛ خود کو بھی، عوام کو بھی، دوسروں کو بھی، ہم مستقل کہتے آ رہے ہیں، بار بار کہہ رہے ہیں۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے، معاشرے میں اسراف کو روکنا چاہئے۔ ہمارے مرد، ہماری عورتیں، ہمارے نوجوان، ہمارے بزرگ، سب فضول خرچی کو؛ لباس میں فضول خرچی کو، کھانے پینے میں فضول خرچی کو، زندگی کے تجملات میں فضول خرچی کو، گوناگوں سجاوٹوں میں فضول خرچی کو ترک کریں۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی کرنا کہ فلاں شادی میں، فلاں تقریب میں فلاں عورت نے یہ پہنا تھا،، اس طرح زیورات پہنے تھے، ایسا میک اپ کیا تھا تو میں بھی پیچھے نہ رہوں، یہ وہی غلطیاں اور بڑے خطرات ہیں۔ یہی چیزیں زندگی کو تباہ کر دیتی ہیں۔ یہی چیزیں معاشرے میں بے انصافی پیدا ہونے کا باعث بنتی ہیں اور سرانجام یہی چیزیں معیشت کو تباہ کر دیتی ہیں۔ معیشت کی تباہی کا بڑا حصہ انہیں چیزوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ چاہتا ہے کہ معیشت کے اندرونی استحکام کے اعتبار سے اس مقام پر پہنچ جائے کہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچا سکے تو جو ضروری اقدامات اسے کرنا چاہئے ان میں ایک یہ ہے کہ اسراف، زیادہ روی اور فضول خرچی کو ترک کرے۔ اس کے مصادیق بہت ہیں اور میں نے اس بارے میں بہت کچھ بیان بھی کیا ہے، لہٰذا اس وقت وہی باتیں دہرانا مناسب نہیں ہے۔ پانی کے بارے میں، روٹی کے بارے میں، غذا کے بارے میں، استعمال کی دیگر گوناگوں چیزوں کے بارے میں اسراف، زیادہ روی اور فضول خرچی یا غلط طریقے سے استعمال کرنا، اس کی مثالیں بہت ہیں۔ ان چیزوں کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے۔

ان میں بہت سے کام ایسے ہیں جن کا تعلق حکومت سے نہیں ہے، یہ ہماری اپنی ذمہ داری ہے۔ خود ہمیں اپنے گھر کے اندر، اپنی زندگی میں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنا ہے۔

جب ہم کہتے ہیں: «اَلحَمدُ للهِ الَّذی جَعَلَنا مِنَ المُتَمَسِّکینَ بِوِلایَةِ اَمیرِالمُؤمِنینَ وَ اَولادِهِ المَعصومین»[۱] تو ولایت سے یہ تمسک کیسا ہے؟ بے شک ولایت سے تمسک کا ایک پہلو پہلو قلبی تمسک سے عبارت ہے، یعنی آپ ولایت کو تسلیم کرتے ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے، بہت ضروری بھی ہے اور یقینا اس کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، مگر تمسک کا مطلب صرف یہی نہیں ہے۔ تمسک کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم جائزہ لیں اور جن صفات پر ہم عمل پیرا ہو سکتے ہیں، حضرت کا وہ ایثار، وہ روحانی مرتبہ، وہ معرفت، وہ خداشناسی، وہ عبادت، وہ گریہ، وہ توجہ الی اللہ، اسی طرح کی دیگر خصوصیات تو ہمارے بس کے باہر ہیں، ان وادیوں میں تو ہم بہت زیادہ پیچھے ہیں، مگر صفات بشری کے میدان میں، ان صفات کے میدان میں جو سماج اور حکومت وغیرہ چلانے سے متعلق ہیں، جن پر عمل کرنا ہمارے بس میں ہے، البتہ ان صفات میں بھی ہم ان بزرگوار تک بلکہ ان سے کمتر افراد تک بھی نہیں پہنچ سکتے، مگر اس سمت میں تو آگے بڑھ سکتے ہیں۔ ہمیں یہ کام کرنا چاہئے۔ یہی ولایت امیر المومنین سے ہمارا تمسک کہا جائے گا۔

بہر حال کہنے کو بہت کچھ ہے۔ میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ توجہ دیجئے، ہم نے دشمن کے بارے میں، دشمن شناسی کے بارے میں اور دشمن کے مقابلے میں استقامت کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا ہے اور بہت کچھ بیان کرتے رہیں گے۔ ہماری یہ ساری باتیں بالکل صحیح ہیں۔ یعنی یہی نعرے جو آپ اور دیگر احباب لگاتے ہیں اور ہمارے عہد یداران کہتے ہیں کہ ہم دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی سے ڈٹے ہوئے ہیں، یہ بالکل صحیح ہے، بالکل درست ہے۔ ہمیں بھی علم ہے کہ دشمن ہے۔ لیکن آپ یہ دھیان رکھئے کہ کبھی کبھی دشمن ہماری کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے کوئی زحمت بھی نہیں کرنی پڑتی۔ ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے، اپنے آپ کو درست کرنا چاہئے تاکہ دشمن ہماری کمزوریوں کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔ آج ہمارے دشمنوں نے ملک کے اندر اقتصادی مسائل، ضرورتوں اور خامیوں پر نظریں گاڑ رکھی ہیں۔ یہ جو ہم کئی سال اقتصادی مسائل کے بارے میں، استقامتی معیشت کے بارے میں اور اس طرح کے دیگر موضوعات کے بارے میں ابتدائے سال میں، وسط سال میں اور آخر سال میں بار بار تاکید کرتے ہیں، بار بار اسے بیان

۱۔ اقبال الاعمال، جلد ۱، باب پنجم، صفحہ ۴۶۴ (مختصر سے فرق کے ساتھ)۔

کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس خاص پہلو پر دشمن کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ دشمن چاہتے ہیں کہ ملکی معیشت کو تہس نہس کر دیں۔ عوام کی معیشت خراب ہو جائے، لوگوں کی جیبیں خالی ہو جائیں، لوگوں کے وسائل محدود ہو جائیں، پیسے کی قیمت گر جائے، قوت خرید کم ہو جائے تاکہ وہ مخالفت کرنے لگیں۔ یہ دشمنوں کا ہدف ہے۔ وہ اسلام اور اسلامی نظام سے عوام کو برگشتہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ دشمن کا اصلی ہدف ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اقتصادی شعبے کو نشانہ بنایا ہے تاکہ عوام کے حالات خراب ہو جائیں اور وہ اسلام و اسلامی نظام سے دور ہو جائیں۔ اس صورت حال کی مزاحمت کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ سب کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے، پارلیمنٹ کی بھی ذمہ داری ہے، دیگر عہدیداران کی ذمہ داری ہے، عوام الناس کی بھی ذمہ داری ہے۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے، ہمیں اپنی اس ذمہ داری پر عمل کرنا چاہئے۔

البتہ خوش قسمتی سے ملک کی مجموعی پیشرفت بہت اچھی ہے۔ مجھے کافی حد تک واقفیت ہے۔ مجھ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ لوگ خط لکھتے ہیں، رجوع کرتے ہیں، پیغام دیتے ہیں، اپنے کاموں کی رپورٹ دیتے ہیں۔ میں بھی تحمل کے ساتھ ان میں سے بہت سی رپورٹوں کا جائزہ لیتا ہوں۔ آج اس ملک میں جو نوجوان احیاء اسلام کے لئے اور دین کے لئے مصروف کار ہیں، بحمد اللہ روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو فضل پروردگار سے، نصرت خداوندی سے، ہر دشمن منجملہ امریکا اور صیہونیت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ میں جو اپنی تقاریر میں بار بار کہتا ہوں اور اسے دہراتا رہتا ہوں کہ میں مستقبل کے تعلق سے پر امید ہوں تو اس کی وجہ انہیں حقائق کا مشاہدہ ہے۔ ہمارے پاس بہت سے حقائق ہیں جو ہمیں آگے لے جا سکتے ہیں۔ سماج کو آگے لے جانے والے ہیں۔ اچھے نوجوان، مومن نوجوان، میدان عمل میں وارد ہونے کے لئے پوری طرح تیار نوجوان جو ملک کے دفاع اور دین کے دفاع کے لئے میدان پیکار میں اترنے کے اشتیاق میں اشک بہاتے ہیں اور رو رو کر اجازت مانگتے ہیں کہ انہیں دفاع کے لئے جانے دیا جائے۔ یہ دو چار دس اور سو لوگوں کی بات نہیں ہے، ایسے نوجوانوں کی کثیر تعداد ہے۔ یہ وہی جذبہ ہے جو ملک کو نجات دلائے گا۔ اس کی تقویت کرنا چاہئے۔

و السّلام علیکم و رحمة الله و برکاته